اُردو

کُمار بھارتی

دسویں جماعت

سرکاری فیصلہ نمبر : ابھیاس-۲۱۱۶/ (پر-نمبر ۴۳/۱۶) ایس ڈی-۴ مؤرّخہ ۲۵/اپریل ۲۰۱۶ء کے مطابق قائم کردہ
رابطہ کار کمیٹی کی ۲۹/دسمبر ۲۰۱۷ء کو منعقدہ نشست میں اس کتاب کو درسی کتاب کے طور پر منظوری دی گئی۔

زباندانی کے نئے نصاب کے مطابق

اُردو

کُمار بھارتی

دسویں جماعت

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

اپنے اسمارٹ فون میں انسٹال کردہ Diksha App کے توسط سے درسی کتا
کے پہلے صفحے پر درج Q.R. code اسکین کرنے سے ڈیجیٹل درسی کتاب اور
سبق میں درج Q.R. code کے ذریعے متعلقہ سبق کی درس و تدریس کے
مفید سمعی و بصری وسائل دستیاب ہوں گے۔

E95N4K

پہلا ایڈیشن : 2018 © مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴
نئے نصاب کے مطابق مجلسِ مطالعات و ادارت اور مجلسِ مشاورت نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ مذکورہ منڈل کے ڈائرکٹر کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

مجلسِ مطالعات و ادارت :

- ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (صدر)
- سلیم شہزاد (رکن)
- سلام بن رزّاق (رکن)
- احمد اقبال (رکن)
- ڈاکٹر قمر شریف (رکن)
- ڈاکٹر محمد اسد اللہ (رکن)
- بیگم ریحانہ احمد (رکن)
- خان نوید الحق انعام الحق (رکن سکریٹری)

مجلسِ مشاورت :

- ڈاکٹر سیّد صفدر
- خان انعام الرحمٰن شبیر احمد
- خان حسنین عاقب محمد شہباز خان
- ڈاکٹر ناصر الدین انصار
- اعظمی محمد یٰسین محمد عمر
- فاروق سیّد

Co-ordinator:
Khan Navedul Haque Inamul Haque
Special Officer for Urdu, Balbharati

D.T.P. & Layout:
Sayyed Asif Nisar,
Yusra Graphics,
Shop No. 5, Anamay Building,
305, Somwar Peth, Pune - 411 011.

Production:
Shri Sachchitanand Aphale,
Chief Production Officer
Shri Rajendra Chindarkar, Prod. Officer
Shri Rajendra Pandloskar, Asstt. Prod. Officer

Cover:
Shri Vivekanand Patil

Paper: 70 GSM Creamwove
Print Order: N/PB/2018-19/1.20
Printer: M/s. Sai Offset, Kolhapur

Publisher
Shri Vivek Uttam Gosavi
Controller,
M.S. Bureau of Textbook Production,
Prabhadevi, Mumbai - 400 025.

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو
ایک مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ بنائیں
اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں:

انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی؛

آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت؛

مساوات بہ اعتبارِ حیثیت اور موقع،

اور ان سب میں

اُخوّت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور
سالمیت کا تیقّن ہو؛

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین
ذریعۂ ہٰذا اختیار کرتے ہیں،
وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

راشٹر گیت

جَنَ گَنَ مَنَ - اَدِھ نایک جَیَہ ہے
بھارَت - بھاگیَہ وِدَھاتا۔

پَنجاب، سِندُھ، گُجرات، مَراٹھا
دراوِڑ، اُتکَل، بَنگ،

وِندھیہ، ہِماچَل، یَمُنا، گنگا،
اُچّھل جَل دِھ تَرَنگ،

تَو شُبھ نامے جاگے، تَو شُبھ آشِس ماگے،
گاہے تَو جَیَہ گاتھا،

جَنَ گَنَ منگل دَایک جَیَہ ہے،
بھارَت - بھاگیَہ وِدھاتا۔

جَیَہ ہے، جَیَہ ہے، جَیَہ ہے،
جَیَہ جَیَہ جَیَہ، جَیَہ ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔ سب بھارتی میرے بھائی اور بہنیں ہیں۔

مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور مَیں اس کے عظیم و گوناگوں وِرثے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔ مَیں ہمیشہ اِس وِرثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزّت کروں گا اور ہر ایک سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اُن کی بہتری اور خوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

پیش لفظ

عزیز طلبہ!

دسویں جماعت میں آپ کا استقبال ہے۔اس جماعت میں آپ کی آموزش کے لیے نئے طرز کی مشقی سرگرمیوں کے ساتھ ملٹی کلر'اُردو کمار بھارتی' آپ کو پیش کرتے ہوئے ہمیں بڑی مسرّت ہورہی ہے۔

سننے اور مشاہدہ کرنے سے زیادہ عملی طور پر حل کی گئی سرگرمیاں آپ کے ذہن پر دیرپا اثر مرتسم کریں گی۔اس کتاب میں نئی سرگرمیوں کو شامل کیا گیا ہے اوران کی تعداد بھی زیادہ سے زیادہ رکھی گئی ہے۔کتاب کی آموزش کے لیے اساتذہ کے ساتھ ساتھ آپ اپنے سرپرستوں سے بھی مدد حاصل کیجیے۔مذکورہ کتاب میں شامل اسباق، نظمیں، مشقی سرگرمیاں، اضافی مطالعہ وغیرہ اپنے طور پر پڑھ کر بھی آپ لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔ہمیں یقین ہے کہ آپ اپنی کوششوں سے ان تمام امور کی خواندگی کریں گے اوران سے لطف اندوز ہوں گے۔

اُردو صرف ایک مضمون کا نام نہیں ہے۔اس کے ساتھ ایک تہذیب جڑی ہوئی ہے۔آپ اپنی روزمرہ زندگی میں ہمیشہ مادری زبان اُردو کا استعمال کرتے ہیں۔اس کے علاوہ اسکول میں آپ دیگر مضامین اُردو زبان ہی میں پڑھتے ہیں۔زبان استعمال کرنے کے تعلق سے معیاری اُردو زبان کے استعمال پر زیادہ زور دیا جانا چاہیے۔آپ کو اُردو مضمون پر جتنا عبور حاصل ہوگا، دوسرے مضامین کو سمجھنا اتنا ہی آسان ہوگا۔

ہمارا مقصد آپ میں خود اعتمادی پیدا کرنا ہے۔اس کتاب میں شامل سرگرمیاں اس انداز سے ترتیب دی گئی ہیں جس سے آپ زبان کو بہتر طور پر استعمال کرسکیں۔اس کے ذریعے آپ میں نئے علوم وفنون حاصل کرنے کی لگن پیدا ہو اور آپ کی تفہیم، تخلیق، تخیل اور غور وفکر کی صلاحیت میں اضافہ ہو۔اس مقصد کے حصول کے لیے درسی کتاب میں موجود مشقی سرگرمیوں میں آپ زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔اس کتاب کی آموزش کے دوران آپ کو جو بھی مشکل یا پریشانی محسوس ہو بلا خوف اپنے استاد کے سامنے اس کا اظہار کریں۔اس کتاب میں ایسی کئی سرگرمیاں شامل ہیں جن سے آپ بذاتِ خود علم حاصل کرنے کے قابل بن سکیں گے۔ان سرگرمیوں میں آپ جتنا حصہ لیں گے اتنا ہی زیادہ آپ کے علم میں اضافہ ہوگا۔

کتاب کے مواد کے بارے میں آپ کے تاثرات جان کر ہمیں بہت خوشی ہوگی۔سال بھر آپ کی آموزش مسرت بخش رہے، یہی ہماری اُمید ہے۔

آپ کی عمدہ تعلیم اور بہتر مستقبل کے لیے نیک خواہشات!

(ڈاکٹر سنیل مگر)
ڈائرکٹر
مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و
ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴

پونہ۔
تاریخ: ۱۸/ مارچ ۲۰۱۸ء، گُڈی پاڑوا
بھارتیہ سور: ۲۷/ پھالگن ۱۹۳۹

ہدایات برائے اساتذہ

دسویں جماعت کی درسی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ پچھلی درسی کتابوں سے قدرے مختلف ہے۔ بچوں کے لیے مفت اور لازمی حقِ تعلیم کے قانون ۲۰۰۹ء کے مطابق از سرِ نو مرتب شدہ تعلیمی نصاب ۲۰۱۲ء کی روشنی میں تشکیلِ علم کے نظریے کے مطابق تعلیمی سرگرمیوں کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ سرگرمی نامے (امتحانی پرچے) کے مطابق اس کتاب کی مشقیں تیار کی گئی ہیں۔ لہٰذا تدریس کے دوران درج ذیل اُمور کا لحاظ رکھا جائے تو سیکھنے اور سکھانے کا عمل منفعت بخش ہوگا۔

۱۔ **درسی کتاب کی مشمولات :** مروّجہ طریقے کے مطابق اس کتاب میں نثر و نظم کا متن دو علیٰحدہ حصوں میں شامل کیا گیا ہے۔ نثر کے حصے میں داستان، افسانہ، انشائیہ، سفرنامہ، ڈراما، زبان اور ادب و ثقافت پر مبنی لسانی متن سے نثری اصناف کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ہر سبق کے شروع میں 'پہلی بات' کے تحت ان اصناف کا تعارف بھی شامل ہے تاکہ طلبہ سبق کی متعلقہ صنف سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

اُردو نثر کے ابتدائی نمونے داستانی ادب میں ملتے ہیں۔ اس لیے ملا وجہی کی 'سب رس' سے ایک سبق 'بادشاہ عقل و دل' لیا گیا ہے جو اُردو نثر کے اوّلین نمونوں میں سے ہے۔ 'سب رس' تیرہویں صدی کی چوتھی دہائی میں لکھی گئی تھی اس لیے اس زمانے کے املا، نثری اسلوب اور آج کے نثری اسلوب میں فرق ہے۔ 'بادشاہ عقل و دل' سبق میں قصداً قدیم املا اور طرز کو جوں کا توں رکھا گیا ہے تاکہ طلبہ اُردو نثر کے قدیم و جدید فرق سے واقف ہو سکیں۔ حصۂ نظم میں سراجؔ اورنگ آبادی کی غزل بھی قدیم اُردو کا نمونہ ہے۔ اساتذہ اُردو کے ان قدیم نمونوں کو پڑھاتے وقت اُردو کے تاریخی مدارج کو بھی پیش کریں تاکہ طلبہ از خود سیکھنے کی طرف مائل ہوں اور زندگی بھر سیکھتے رہنے کا تصوّر ان میں پروان چڑھے۔

۲۔ **بغیر تناؤ کے اکتساب کا عمل :** کتاب کی نثری اور منظوم مشمولات کو دلچسپ اور زبان کے روزمرہ کے پیشِ نظر آسان بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سے طلبہ ذہنی تناؤ کے بغیر ان کا اکتساب کر سکیں گے۔ اساتذہ کو دورانِ تدریس جماعت میں ایسا اکتسابی ماحول تیار کرنا ہوگا کہ طلبہ سبق میں دلچسپی لے کر از خود آموزش کی طرف مائل ہوں اور اپنے طور پر تشکیلِ علم کا تجربہ حاصل کریں۔

۳۔ **عالم کاری :** آج سائنس کی ترقی اور الیکٹرانک وسائل کی وجہ سے ہماری وسیع دنیا ایک چھوٹے سے گاؤں میں تبدیل ہو گئی ہے۔ دنیا میں دور دراز کے خِطّوں کی معلومات چند منٹوں میں ہم تک پہنچ جاتی ہے۔ ایسی صورتِ حال میں دنیا کے حالات سے باخبر رہنا ضروری ہے۔ ہماری درسیات اور نصاب میں اس امر پر کافی توجہ دی گئی ہے۔ دسویں کی درسی کتاب میں عالمی ماحولیاتی عدمِ توازن پر بھی سبق شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اضافی معلومات کے خاکے اور متعلقہ سبق سے مربوط مزید اضافی معلومات طلبہ کو فراہم کی جا سکتی ہیں۔ تدریس کا حصہ بنانے کے لیے ان خاکوں پر بھی سرگرمیاں تیار کی جا سکتی ہیں۔

۴۔ **سرگرمی اساس اسباق :** اس درسی کتاب میں اسباق اور منظومات کا انتخاب کچھ اس طرح عمل میں لایا گیا ہے کہ طلبہ دورانِ تدریس از خود تشکیلِ علم کر سکیں۔ ان اسباق میں سکھانے سے زیادہ سیکھنے پر زور دیا گیا ہے۔ آپ بحیثیت تسہیل کار صرف تسہیل کاری ہی کرتے رہیں تو طلبہ زبان و ادب کی معتدبہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ کتاب کے بعض اسباق انٹرنیٹ اور دیگر الیکٹرانک میڈیا سے بھی جوڑے جا سکتے ہیں جیسے ملا وجہیؔ، غالبؔ، دردؔ وغیرہ سے متعلق معلومات آپ نے انٹرنیٹ پر دیکھی ہے۔ آپ ویسی ہی معلومات حاصل کرنے کے لیے طلبہ کو آمادہ کریں تاکہ آپ کی تدریس اور طلبہ کی آموزش پُر لطف ہو سکے۔

۵۔ **زبان کی صلاحیتوں کے فروغ پر زور:** کتاب کے اسباق کے انتخاب میں اس امر کی طرف توجہ دی گئی ہے کہ طلبہ میں زبان کی چاروں صلاحیتوں

کو فروغ حاصل ہو۔ بالخصوص لکھنے، پڑھنے اور بولنے کی صلاحیت کو اُبھارنے کے لیے اسباق میں خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ توقع ہے کہ آپ طلبہ کو ان چاروں صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے معیاری زبان بولنے کی مشق کرائیں گے تاکہ طلبہ معاشرے میں اُردو تہذیب کی نمائندگی کر سکیں۔

۶۔ **معانی و اشارات :** اسباق میں آنے والے مشکل لفظوں، حوالوں اور لفظی ترکیبوں کے معانی اور مفاہیم کی وضاحتوں پر خاص زور دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں الفاظ کے لغوی مفاہیم متن کے پس منظر میں واضح کیے گئے ہیں۔ کہیں لفظوں کا پرانا املا یا تلفظ ہو تو اسے بھی اس حصے میں وضاحت کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ لغوی اور مرادی معانی کی تفہیم متن کو سمجھنے میں آسانی پیدا کرتی ہے۔ مشقوں میں بھی کچھ سرگرمیاں ایسی ہیں جن میں مشکل لفظوں کے معنی یا ان کے مترادفات پوچھے گئے ہیں۔ آپ کے لیے ضروری ہے کہ معانی و اشارات کے حصے پر توجہ دے کر طلبہ کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ کریں۔ آج کل موبائل پر اُردو کی مختلف لغات آسانی سے دستیاب ہیں اور ان کا استعمال بھی نہایت آسان ہے۔ آپ طلبہ کو اس جانب بھی راغب کر سکتے ہیں۔

۷۔ **مشقی سرگرمیاں :** پچھلے دو سال سے دسویں جماعت کے امتحانات کے لیے 'سرگرمی شیٹ' استعمال کی جا رہی ہے جو درسی کتاب میں شامل نہیں۔ زیرِ نظر درسی کتاب کی مشقی سرگرمیاں سرگرمی نامے (شیٹ) کے مطابق بنائی گئی ہیں۔ ان میں 'سوال بلا سوالیہ نشان' (question without question mark) کے نظریے کو اپنایا گیا ہے۔ مشقی سرگرمیوں میں تنوع پیدا کرنے اور انھیں جاذبِ توجہ بنانے کے لیے شبکی (ویب) خاکے، رواں خاکے، شجری خاکے، جدولی تقسیم، معمے اور معروضی جوابات کی تکنیک پر زور دیا گیا ہے۔ مشقی سرگرمیوں میں نئی نئی تکنیکیں متعارف کرائی گئی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کی مدد سے یہ مشقی سرگرمیاں طلبہ کی تشکیلِ علم کی صلاحیت میں قابلِ لحاظ اضافہ کرنے میں معاون ثابت ہوں گی اور ان کی وجہ سے قدر پیمائی اور آموزش کے ماحصل میں مزید سہولت ہوگی۔ یہ تمام خاکے 'سرگرمی نامے' کو مدِ نظر رکھ کر تیار کیے گئے ہیں۔ کچھ زائد مشقی سرگرمیاں تفہیمِ سبق کے لیے بطورِ خاص شامل کی گئی ہیں اور بعض کو مسابقتی امتحانات کے طرز پر تیار کیا گیا ہے۔ استحسانی سرگرمیوں کا مقصد نظم و نثر کی تفہیم کے علاوہ پسندیدگی اور لطف اندوزی بھی ہے۔

۸۔ **عملی قواعد :** اسباق پر مشتمل اور نصاب میں شامل قواعد کو 'عملی قواعد' یعنی زبان کے روزمرہ استعمال کے پیشِ نظر آسان تر مثالوں اور وضاحتوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ قواعدی تفہیم کے لیے اسباق سے مثالیں دی ہوئی ہیں۔ ان کے مفصل تجزیے کے بعد قواعدی اصطلاح کی تعریف متعین کی گئی ہے۔ دوسری مماثل مثالیں ڈھونڈنے یا تیار کرنے کی ہدایات بھی یہاں شامل ہیں۔ آپ ان ہدایات کی روشنی میں قواعد پڑھائیں اور طلبہ کو ایسے مواقع فراہم کریں کہ وہ زبان کے عمومی استعمال میں عملی قواعد کی مثالوں کو پہچان لیں۔ اس تعلق سے پچھلی درسی کتابوں کے متن کی طرف بھی اساتذہ اور طلبہ کو متوجہ کیا گیا ہے۔

۹۔ **مثالیں :** مشمولات کی آسان آموزش اور تفہیم میں طلبہ کی آسانی کے لیے کتاب کی مشقی سرگرمیوں میں زیادہ سے زیادہ مثالیں دی ہوئی ہیں۔ یہ مثالیں سرگرمی کو آسان بنانے اور سبق کے متن کی مکمل توضیح کے لیے نہایت مفید ہیں۔ اساتذہ ان مثالوں کے علاوہ دیگر مثالیں بھی اپنے تدریسی عمل میں استعمال کر سکتے ہیں۔ اساتذہ اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ ان تمام سرگرمیوں کی شمولیت سرگرمی نامے میں ضروری نہیں ہے۔

۱۰۔ **وضاحتیں :** کتاب میں متن کی تفہیم کے لیے جگہ جگہ وضاحتیں کی گئی ہیں۔ اضافی معلومات کے خاکوں کے ذریعے متن کے بعض اہم نکات کی وضاحت اور معانی و اشارات کے ذیل میں بعض الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے۔ اسی جگہ زبان کو دیگر مضامین سے مربوط کرنے کے لیے تدریسی متن کے ساتھ علمی معلومات بھی دی گئی ہے۔ تدریس کے وقت آپ اس کا استعمال کر سکتے ہیں۔ نثر و نظم کے متن میں بعض اہم حوالوں کی وضاحت اور ان کی تفہیم کے لیے سرگرمیاں زیرِ نظر کتاب کی ایک اور خصوصیت ہے۔ متن میں آنے والے غیر معروف یا کم معروف تصور، شخص، واقعے وغیرہ کے کسی قدر مفصل تعارف پر مبنی اقتباسات کتاب میں جگہ جگہ شامل ہیں۔ ان کا مطالعہ طلبہ کو زائد معلومات فراہم کرنے میں معاون ہوگا۔

۱۱۔ صلاحیتوں کی نمو : درس و تدریس کا عمل طالب علم مرکوز ہو، اس میں خود آموزی پر زور دیا جائے اور یہ عمل طلبہ کے لیے مسرت بخش ہو، ایسے وسیع مقاصد کے مدنظر یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ درس و تدریس کے وقت یہ واضح ہونا چاہیے کہ ابتدائی تعلیم کے مختلف مرحلوں میں طلبہ میں کون سی مخصوص صلاحیت پروان چڑھے گی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس درسی کتاب میں زباندانی سے متعلق متوقع صلاحیتوں کا تعین کیا گیا ہے۔

درسی کتاب میں دسویں جماعت کے طلبہ کی عمر کے گروہ سے تعلق رکھنے والے اور بچوں کی جذباتی دنیا سے ہم آہنگ نثر اور نظم کے اسباق کو شامل کیا گیا ہے۔ یہاں زباندانی کی صلاحیتوں کے ارتقا کے لیے جدید طرز کی مشقیں اور سرگرمیاں دی گئی ہیں۔ مشقوں کے ذریعے طلبہ کی قوتِ مشاہدہ، قوتِ تخیل اور قوتِ عمل پر زور دیا گیا ہے۔ عنوان 'عملی قواعد' کے تحت قواعد کے اجزا کو آسان زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ زبان کی افہام و تفہیم، نئے الفاظ برتنا، روزمرہ اور محاوروں کا استعمال کرنا اور زبان و قواعد کے بارے میں آگہی پیدا کرنا، اِن مقاصد میں شامل ہے۔ اس کے تحت درسی کتاب میں مسرت بخش اور آسان زبان میں لکھا ہوا مواد شامل کیا گیا ہے۔ معاشرے کے تئیں ذمہ داری، اخلاقی اقدار، قومی یکجہتی اور حب الوطن جیسے جذبات کو پروان چڑھانے کے لیے بھی اس کتاب میں مواد شامل ہے۔ مختلف موضوعات پر بات چیت اور ان کے بارے میں خود کے خیالات کا اظہار کرنے سے طلبہ میں علمی شعور بیدار ہوگا۔ طلبہ از خود مضمون نویسی کریں، اپنے خیالات کا اظہار کریں، اس مقصد کے تحت متنوّع مشقیں اور سرگرمیاں درسی کتاب میں شامل کی گئی ہیں۔

زیرِ نظر درسی کتاب میں ماحولیات سے متعلق متن بھی شامل ہے۔ درس و تدریس کے دوران اساتذہ اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ جماعت میں جو کچھ سکھایا جائے، وہ اسکول سے باہر کی دنیا اور روزمرّہ زندگی کے معاملات سے لازمی طور پر مربوط ہو۔

کتاب کو حتی الامکان معیاری اور بے عیب بنانے کے لیے اس کا مسودہ ریاست مہاراشٹر کے مختلف علاقوں سے مدعو کیے گئے اساتذۂ کرام، ماہرینِ تعلیم اور ماہرینِ زبان کی خدمت میں تبصرہ کے لیے پیش کیا گیا تھا۔ ان کے پیش کردہ مشوروں اور تجاویز کی روشنی میں مسودے میں ضروری ترمیم کر کے اسے قطعی شکل دی گئی ہے۔

کتاب کا تشکیلی خاکہ

دسویں جماعت کے لیے اُردو کی درسی کتاب 'کمار بھارتی' میں اُردو نثر کے اسباق کے موضوعات میں تنوّع کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ یہ فطرت، سماج، ملک و قوم اور عالمی اِنسانی برادری کے موضوعات ہیں جن میں تاریخ اور ادب کے مختلف نکات کو سمیٹا گیا ہے۔ کتاب کے حصۂ نظم میں اُردو شاعری کی اہم اصناف مثلاً گیت، مثنوی، مرثیہ، قصیدہ، غزل، رباعی، قطعہ وغیرہ کا تعارف پیشِ نظر رہا ہے۔ نظموں کے موضوعات میں بھی کافی تنوّع ہے جو شاعری کے مختلف ادوار اور فنکارانہ رجحانات کی تصویر پیش کرتا ہے۔

نثر و نظم کے انتخاب کے وقت کوشش کی گئی ہے کہ اُردو زبان کا لسانی، تہذیبی اور ملکی تصور واضح ہو جائے۔ کلاسک نثر و نظم کے نمونوں کے ساتھ جدید اور عصری ادبی تصورات پر مشتمل چیزیں طلبہ کے مطالعے کے لیے پیش کی جائیں۔ اُمید ہے کہ زبان، ملک اور معاشرے کو ماضی و حال کے آئینوں میں دیکھنے اور سمجھنے کے لیے اس کتاب کی مشمولات طلبہ کے لیے مدد و معاون ہوں گی۔ کتاب میں شامل اضافی مطالعہ ڈرامے پر مشتمل ہے جو ایک نمائندہ ادیب کی تخلیق ہے۔ اس ڈرامے پر بھی عام نثری اسباق کی طرح تعارف اور مشق کو روا رکھا گیا ہے۔

اس کتاب میں جو مشقی سرگرمیاں دی گئی ہیں انھیں 'نئی تعلیمی پالیسی' کے پیشِ نظر سرگرمیوں کے مختلف زمروں کے تحت شامل کیا گیا ہے۔ شک و شبہ اور ابہام پیدا کرنے والی استفہامیہ صورتیں ان میں نہیں ہیں بلکہ طلبہ سے توقع ہے کہ وہ دی ہوئی ہدایات کو سمجھ کر سرگرمیوں کو مکمل کریں گے۔

حالیہ زمانے کی درسی کتابیں جدید الیکٹرونی تکنیکوں کے استعمال سے خالی نہیں رہ سکتیں۔ QR کوڈ کے علاوہ کتاب میں شامل متعدد اسباق کے لیے ویب سائٹس کے پتے بھی درج کیے جا رہے ہیں۔ طلبہ اور اساتذہ اِن سے مطلوبہ معلومات حاصل کر کے اپنے علم میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ اب تمام اُردو درسی کتابیں بال بھارتی کی ویب سائٹ پر بھی دستیاب ہیں۔

متوقع صلاحیتیں

سننا

۱۔ ریڈیو اور مختلف نشریاتی وسائل پر ہونے والے مباحثوں، مذاکروں میں پیش کیے جانے والے حقائق کی جانچ کرنا۔
۲۔ عوامی اعلانات کو غور سے سن کر ان کا مطلب سمجھنا اور ان میں دی گئی ہدایات کے مطابق عمل کرنا۔
۳۔ رسمی اور غیر رسمی گفتگو سن کر اپنے خیالات کا اظہار کرنا۔
۴۔ مختلف اصنافِ ادب کو سن کر سمجھنا اور ان سے لطف اندوز ہونا۔
۵۔ مختلف اصنافِ ادب کی سی ڈی سن کر اقسام کے مطابق ان کی درجہ بندی کرنا۔
۶۔ عوامی بول چال کی زبان، اس کے لب و لہجے اور لفظیات کی خصوصیات کا شعور ہونا۔

لکھنا

۱۔ املا نویسی کے وقت خوشخطی کے اُصولوں کی پوری پابندی کرنا۔
۲۔ سنے یا پڑھے گئے مواد کے مفہوم کے مطابق تیار کیے گئے نوٹس کے نکات کی توسیع کرنا۔
۳۔ دیے گئے موضوع کو اپنے طور پر دوبارہ لکھنا۔
۴۔ ذاتی طور پر لکھتے وقت محاورے، کہاوتیں، تراکیب اور اقوالِ زرین کا بخوبی استعمال کرنا۔
۵۔ دیے گئے موضوع پر آزادانہ طور پر مؤثر مواد تیار کرنا۔
۶۔ کسی واقعہ یا حادثہ پر تجزیاتی مضمون لکھنا۔
۷۔ پیش آئے واقعات، تقریبات اور حادثات کی روداد لکھنا۔
۸۔ تعزیتی اور تہنیتی پیغام لکھنا۔

بولنا

۱۔ نظموں، گیتوں اور اجتماعی گیتوں کو علاماتِ اوقاف کا خیال رکھتے ہوئے پیش کرنا۔
۲۔ کہانی، نظم، ڈرامے وغیرہ کو ان کے لسانی تقاضوں کے مطابق پیش کرنا۔
۳۔ موقع محل اور موضوع کی مناسبت سے اپنی رائے کے ذریعے اپنے مقابل کو قائل کرنا۔
۴۔ مختلف سرگرمیوں کی منصوبہ بندی میں حصہ لینا۔
۵۔ مؤثر بات چیت کے لیے آدابِ گفتگو کا خیال رکھنا۔
۶۔ زبان کے مختلف مخاطبوں (استعمال کے طریقوں) کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی کوشش کرنا۔

مطالعہ کی صلاحیت

۱۔ حوالوں کے لیے لغت کا استعمال کرنا۔
۲۔ دیے گئے عنوان پر اپنے خیالات تفصیل کے ساتھ بیان کرنا۔
۳۔ ہماری زبان اور دیگر عوامی بولیوں میں استعمال ہونے والے محاوروں اور کہاوتوں کی فہرست تیار کرنا اور موضوع و مفہوم کے اعتبار سے ان کی درجہ بندی کرنا۔
۴۔ جدید تکنیک کا استعمال کرکے اُردو اور دیگر زبانوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا۔
۵۔ مختلف اصنافِ ادب کی خصوصیات کی بنا پر درجہ بندی کرنا۔
۶۔ زبان کے فروغ کے لیے Apps استعمال کرنا۔
۷۔ مختلف سماجی مسائل پر ہونے والی گفتگو میں شامل ہوکر موضوع کے مطابق خیالات کا اظہار کرنا۔

پڑھنا

۱۔ درسی اور غیر درسی مواد کو سمجھ کر معنی و مفہوم کا خیال رکھتے ہوئے بلند خوانی کرنا۔
۲۔ مناسب اُتار چڑھاؤ کے ساتھ علاماتِ اوقاف کا خیال رکھتے ہوئے بامعنی بلند خوانی کرنا۔
۳۔ دی ہوئی عبارت کے مرکزی خیال، خلاصے اور مفہوم کو سمجھ کر پڑھنا۔
۴۔ مختلف اصنافِ ادب کا بغور مطالعہ کرکے ان سے لطف اندوز ہونا۔
۵۔ انٹرنیٹ کے ذریعے ویب سائٹس پر دستیاب معلومات کا مطالعہ کرکے اس سے استفادہ کرنا۔
۶۔ عوامی مقامات پر درج ہدایات پڑھ کر ذاتی رائے قائم کرنا۔

قواعد

۱۔ زبان کے صرفی ونحوی اُصولوں سے واقفیت۔
۲۔ زبان کے صحیح استعمال کی اہلیت پیدا کرنا۔
۳۔ شعری محاسن سے آگاہی۔
۴۔ صحت الفاظ کے ساتھ زبان کو برتنے کا شعور۔
۵۔ لفظی صنعتوں کی پہچان۔

فہرست

نمبر شمار	اسباق	اصناف	موضوعات	شاعر/مصنف	صفحہ نمبر
			حصّۂ نثر		
۱۔	حضرت سلمان فارسیؓ	سوانح	مذہبی شخصیت	ادارہ	۱
۲۔	اپنے ہمسایے سے	مزاحیہ مضمون	اخلاقیات	کنہیا لال کپور	۷
۳۔	بھولا	افسانہ	رشتوں کی اہمیت	راجندر سنگھ بیدی	۱۱
۴۔	سیاہ روشنی	سفرنامہ	سیر و سیاحت	پروین شیر	۱۷
۵۔	مولانا حسرتؔ موہانی	مضمون	آزادی کی جدوجہد	نور الحسن نقوی	۲۲
۶۔	اُردو مراٹھی کے ثقافتی رشتے	مضمون	زبان، ادب اور ثقافت	سیّد یحییٰ نشیط	۲۸
۷۔	مظفرؔ حنفی سے ایک ملاقات	انٹرویو	فنکار کا تعارف	ادارہ	۳۴
۸۔	جلتے پروں سے اُڑان	افسانہ	ماحولیات	ساجد رشید	۴۲
۹۔	دسترخوان	انشائیہ	تہذیب و معاشرت	وزیر آغا	۴۷
۱۰۔	بادشاہ عقل و دل	داستان	اخلاقیات	مُلّا وجہیؔ	۵۲
۱۱۔	خطوط	مکتوب نگاری	انشا	مرزا غالبؔ	۵۶
			حصّۂ نظم		
۱۔	حمد	نظم	اللہ کی تعریف	رشید افروزؔ	۵۹
۲۔	باغِ نخلہ کے مسافرؐ پر سلام	نعت	رسولؐ کی سیرت	سلیم شہزاد	۶۲
۳۔	زمینِ کرب و بلا	مرثیہ	معرکۂ کربلا کا ایک منظر	وحید اخترؔ	۶۵
۴۔	پریت کا گیت	گیت	اخوت اور بھائی چارگی	حفیظؔ جالندھری	۶۸
۵۔	تضحیکِ روزگار	قصیدہ	ہَجو	مرزا محمد رفیع سوداؔ	۷۱
۶۔	صحنِ چمن کی سیر	مثنوی	مناظرِ قدرت	عادلؔ ناگپوری	۷۵
۷۔	چلو کہ آج ...	نظم	عزم و حوصلہ	اختر الایمان	۷۸
۸۔	سیتا	نظم	عورت کی عظمت	شفیق فاطمہ شعریٰؔ	۸۰
۹۔	غزلیات	سراجؔ، دردؔ، مصحفیؔ، فانیؔ، جذبیؔ، باقیؔ، ظفرؔ گورکھپوری، مخمورؔ سعیدی			۸۳تا۹۸
۱۰۔	رباعیات	کشن پرساد شادؔ، یاس یگانہؔ، شادؔ عارفی، جمیلؔ مظہری			۹۹
۱۱۔	قطعات	نظیرؔ اکبر آبادی، بہادر شاہ ظفرؔ، علامہ اقبالؔ، گوپال متل			۱۰۲
			متن برائے اضافی مطالعہ		
❁	قصہ سوتے جاگتے کا	ڈراما	تفریح	نیر مسعود	۱۰۵
*	**تحریری سرگرمیاں**				۱۱۹

E9EJ68

۱۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

اِدارہ

پہلی بات: دنیا میں مبعوث تمام انبیائے کرامؑ میں جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت حاصل ہے، اسی طرح آپؐ کے صحابہ کرامؓ کو اُمت میں عظمت و رفعت حاصل ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے اپنے صحابہؓ کی تقلید کرنے کی بھی اپنی اُمت کو تلقین کی ہے۔ صحابہ کرامؓ آپؐ کے جاں نثاروں میں تھے اور آپؐ کی مدد کے لیے ہمیشہ تن من دھن سے تیار رہتے تھے۔ ان صحابہ کرامؓ میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی تھے۔ انھوں نے آپؐ سے ملاقات کی خاطر اور حق کی تلاش کے لیے برسوں صعوبتیں برداشت کیں۔ بالآخر ایران سے مدینہ پہنچ کر آپؐ کے ہاتھ پر ایمان لائے اور آخر دم تک اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ ذیل کے سبق میں اُن کے حالاتِ زندگی بیان کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہمیشہ حق کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ ان کی استقامت اور ثابت قدمی میں اس راہ کے مصائب کبھی بھی مانع نہیں ہوتے اور وہ تمام تکلیفوں کا سامنا کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ انھیں اپنی ذات کا خیال رہتا ہے نہ مال و متاع کی فکر۔ عیش و آرام کی لذتوں میں ان کا دل للچاتا ہے نہ صحراؤں اور پہاڑوں میں گھبراتا ہے۔ انھیں دُھن رہتی ہے تو بس تلاشِ حق کی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا شمار ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔ حق کو پانے کے لیے انھوں نے جو پریشانیاں برداشت کیں، ان کا ذکر صحابہؓ کی سیرت پر لکھی ہوئی مختلف کتابوں میں موجود ہے۔

ایران قدیم زمانے ہی سے علم و ہنر کا مرکز رہا ہے۔ انسانی تمدن کا سورج ابھی نصف النّہار پر بھی نہ پہنچا ہوگا کہ وہاں کی تہذیب و معاشرت کے چرچے عام ہونے لگے تھے۔ مجوسیوں نے زرتشتی مذہب کو عام کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی۔ دنیا کی اوّلین حکومت کا قیام وہیں عمل میں آیا۔ ساتویں صدی عیسوی میں ساسانی حکومت میں سیاسی تغیرات ہوئے اور فوجی نظام کو ترقی دی گئی۔ حضرت سلمان فارسیؓ ان تبدیلیوں کو دیکھتے رہے مگر حق کو پانے کی لگن ان کے دل میں کروٹیں لیتی رہی۔

حضرت سلمانؓ کے والد بوذخشان بن مرسلان اصفہان کے ایک گاؤں جِیان کے ایک بڑے مجوسی زمیندار تھے۔ کسی وجہ سے انھوں نے جیان سے ترکِ وطن کر کے ہُرمُز میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اسی گاؤں میں حضرت سلمانؓ پیدا ہوئے۔ ان کا پہلا نام ماہویہ تھا۔ وہ اپنے والد کے لیے دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ محبوب تھے اسی لیے بچپن سے ان کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا تھا۔ انھوں نے کم عمری ہی میں مجوسیت کی اس قدر تعلیم حاصل کر لی تھی کہ انھیں آتش کدے کا داروغہ بنا دیا گیا مگر وہ اس مذہب سے مطمئن نہیں تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت سلمانؓ کے والد نے کسی کام کے لیے انھیں کھیت میں جانے کے لیے کہا۔ کھیت کے راستے میں ایک گرجا گھر تھا۔ حضرت سلمانؓ کھیت میں جانے کی بجائے اس گرجا گھر میں چلے گئے اور دیر شام تک وہیں رہے۔ گرجا گھر کی رسومات اور عبادات کے طریقے سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ گھر لوٹ کر انھوں نے ساری روداد اپنے والد کو سنائی۔ یہ سن کر وہ بہت برہم ہوئے اور حضرت سلمانؓ کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں۔

حضرت سلمانؓ کسی طرح ان بیڑیوں سے آزاد ہوئے اور ایک عیسائی قافلے کے ساتھ ملکِ شام چلے گئے۔ وہاں مختلف

پادریوں کی خدمت کر کے انھوں نے عیسائی مذہب کی تعلیمات حاصل کیں۔ جب کسی پادری یا راہب کا انتقال ہو جاتا، حضرت سلمانؓ دوسرے کے پاس چلے جاتے۔ اس طرح انھوں نے اصفہان سے شام، نینوا اور عموریہ تک سیکڑوں میل کا سفر طے کیا اور تلاشِ حق کی خاطر کڑی مصیبتیں برداشت کیں۔ بالآخر عموریہ کے راہب نے انھیں یہ بتایا کہ عنقریب حضرت ابراہیمؑ کا دین لے کر ایک نبی مبعوث ہوگا۔ وہ کھجوروں والی زمین کی جانب ہجرت کرے گا۔ اس کے ماننے والے پروانوں کی مانند اس کے اطراف جمع رہیں گے۔ تم اس کی ظاہری نشانیوں سے اسے پہچان لوگے۔ اے سلمان! سُن، اس کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ صدقے کا مال نہیں کھائے گا۔ وہ ہدیہ قبول کرے گا اور اس کے شانوں کے درمیان نبوت کی مہر ہوگی۔

حضرت سلمان فارسیؓ اب کھجوروں والی زمین تک پہنچنے کے لیے بے قرار رہنے لگے۔ انھوں نے لوگوں سے اس سرزمین کے متعلق دریافت کیا تو پتا چلا کہ یہ عرب کی ایک بستی مدینہ ہے۔

اتفاق سے اسی زمانے میں عموریہ میں عربوں کا ایک قافلہ آیا ہوا تھا۔ حضرت سلمانؓ نے اپنا تمام مال و اسباب اس کے حوالے کر دیا اور اس قافلے میں شامل ہوگئے۔ وادیِ قُریٰ پہنچتے ہی قافلے والوں نے انھیں ایک یہودی کے ہاتھوں غلام کی طرح فروخت کر دیا۔ اس یہودی نے بھی انھیں مدینے کے ایک دوسرے یہودی کے حوالے کر دیا۔ اس طرح حضرت سلمانؓ سخت تکلیفوں کا سامنا کرتے ہوئے کھجوروں والی زمین تک پہنچ گئے۔ وہ آنے والے نبیؐ تک پہنچنے کے لیے بے چین رہنے لگے۔ ایک دن وہ اپنے یہودی آقا کے باغ میں درخت پر چڑھ رہے تھے کہ کسی نے باغ کے مالک کو یہ خبر سنائی کہ قبا میں چند لوگ ایک شخص کو اپنا نبی کہہ رہے ہیں اور اس کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ خبر کا سننا تھا کہ حضرت سلمانؓ کانپنے لگے۔ نیچے اُتر کر انھوں نے نبیؐ سے ملنے کی تدبیریں کیں۔ ایک روز موقع پا کر وہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ وہ کچھ کھجوریں اپنے ساتھ لائے تھے۔ انھوں نے کھجوریں یہ کہہ کر رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کیں کہ یہ صدقہ ہے۔ آپؐ نے اس میں سے کچھ بھی نہ چکھا اور ساری کھجوریں اپنے صحابہؓ کو کھلا دیں۔ حضرت سلمانؓ یہ دیکھ کر مطمئن ہوگئے کہ راہب کی بتائی ہوئی پہلی نشانی تو صحیح ثابت ہوئی۔ دوسرے موقع پر حضرت سلمانؓ پھر نبیؐ کے پاس پہنچے۔ اس بار کھجوریں دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ یہ تحفہ ہے تو نبیؐ نے انھیں تناول فرمایا اور اپنے صحابہؓ میں بھی تقسیم کیا۔ اس طرح دوسری نشانی بھی صحیح نکلی۔ حضرت سلمانؓ اب نبی اکرمؐ کی تیسری نشانی دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔ ایک روز وہ نبیؐ کی پشت کی جانب محفل میں بیٹھ گئے۔ اس وقت آپؐ کے جسم کا کپڑا ہوا سے سرک گیا اور آپؐ کی پشت پر موجود مہرِ نبوت پر حضرت سلمانؓ کی نظر پڑ گئی۔ انھوں نے نہ صرف اس کا دیدار کیا بلکہ اسے چوم کر دیر تک روتے رہے اور اسی محفل میں آپؐ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر مسلمان ہوگئے۔ یہاں پہنچ کر حضرت سلمانؓ کی تلاشِ حق کا سفر تمام ہوا۔

حضرت سلمانؓ اب اہلِ مدینہ اور مہاجرین کے بھائی بن گئے تھے۔ سب ان کی قدر کرتے اور انھیں عزّت کی نظر سے دیکھتے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی ابو درداؓ اور حضرت سلمانؓ کے درمیان رشتۂ مواخاۃ قائم کر دیا۔ اخوت کا یہ رشتہ دونوں کے درمیان تاحیات قائم رہا۔ عبادتوں کی کثرت اور اہلِ خانہ سے غفلت جب حضرت ابو درداؓ کے معمولات بن گئے تو حضرت سلمانؓ نے انھیں ٹوکا اور کہا کہ جہاں تم پر اللہ کے حقوق ہیں، وہیں بیوی بچوں کے بھی حقوق ہیں اور رات کو جاگنے کے ساتھ سونا بھی ضروری ہے۔ دوسرے دن یہ دونوں حضرات حضور اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے اور رات کے معاملے کو آپؐ کے سامنے رکھا۔ آپؐ نے فرمایا،

"سلمان تم سے بڑھ کر دین سے واقف ہیں۔" یہ بزرگی انھیں حق کی جستجو کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ حضرت سلمان بھی حضورؐ کی مجلس میں شریک تھے۔ آپؐ نے حضرت سلمانؓ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، "اگر دین ثریا پر بھی ہوگا تو فارس کا ایک آدمی اس کو پا لے گا۔" آپؐ صحابہ کرامؓ سے فرماتے، "جس نے سلمان کو ناراض کیا، اس نے خدا کو ناراض کیا۔ لوگ جنت کے مشتاق ہوتے ہیں مگر جنت سلمان کی مشتاق ہے۔"

حضرت سلمانؓ جب تک یہودی کے غلام رہے، وہ اسلامی جنگوں میں شریک نہ ہو سکے۔ رسولِ اکرمؐ نے تین سو کھجور کے درختوں اور چالیس اوقیہ سونا معاوضہ دے کر حضرت سلمانؓ کو آزاد کرا لیا۔ اب وہ جنگوں میں اپنی صلاحیتوں کا آزادانہ استعمال کرنے لگے۔ مشرکینِ مکہ اور یہودیوں نے مل کر جب مدینے پر حملے کی تیاریاں شروع کیں، اس وقت مدینے کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے حضرت سلمان فارسیؓ نے شہر کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا جسے آپؐ نے پسند فرمایا۔ خندق کھودی گئی جو اتنی گہری اور چوڑی تھی کہ دشمنوں کے گھوڑے بھی اسے پار نہیں کر سکے اور انھیں پسپا ہونا پڑا۔ خندق کی کھدائی کی وجہ سے اس غزوے کو غزوۂ خندق کہا جاتا ہے۔ اس جنگ کے بعد حضرت سلمانؓ مختلف جنگوں میں شریک ہوتے رہے۔ طائف کی جنگ میں ان کی ایما پر مسلمانوں کی جانب سے منجنیق کا استعمال ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے دور میں بھی حضرت سلمان فارسیؓ نے بہت سے جنگی کارنامے انجام دیے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب ایران پر لشکر کشی کی گئی تو اس وقت خود سلمان فارسیؓ اسلامی لشکر کی رہنمائی فرما رہے تھے۔ آپؓ نے اوّلاً اپنے ہم وطن ایرانیوں کو مخاطب کیا اور انھیں سمجھایا، "میں تم ہی میں سے ایک آدمی ہوں۔ تم دیکھتے ہو کہ عرب میری عزت کرتے ہیں۔ اگر تم اسلام لے آئے تو تمھارے لیے ویسے ہی حقوق ہوں گے جیسے ہمارے لیے ہیں۔ تم پر وہی احکام واجب ہوں گے جو ہم پر ہیں۔" لیکن ایرانیوں نے ان کی باتیں ماننے سے انکار کر دیا تو جنگ لڑی گئی اور دشمن کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا یہ وہ دور تھا جس میں غلاموں کو ملکوں کا حکمراں اور صُفّہ کے غربا کو اسلامی ممالک کا ناظمِ اعلیٰ بنایا جا رہا تھا۔ ایسی خوش حالی کے زمانے میں بھی مدائن کے ناظمِ اعلیٰ حضرت سلمان فارسیؓ کھجور کے باغ میں پیڑوں کے سایے تلے ٹوکریاں اور چٹائیاں بنتے رہے۔ عشقِ رسولؐ کی تڑپ میں وہ بے چین رہتے۔ انھیں لگن لگی تھی تو جنت میں حضرت محمد ﷺ سے ملاقات کی، آپؐ کی مصاحبت کی اور آپؐ کے دیدار کی۔ اسی فکر میں غلطاں وہ زندگی کے ایام گزار رہے تھے۔ حکومت کی جانب سے ملنے والا عطیہ وہ خیرات کر دیتے یا لینے سے انکار کر دیتے۔ ان کی روزانہ کی آمدنی تین درہم تھی۔ ایک درہم میں وہ ٹوکریاں بنانے کے لیے کھجور کے پتے خریدتے، ایک درہم گھر میں خرچ کرتے اور ایک درہم خیرات کر دیتے۔ یہی ان کے معمولات میں شامل تھا۔ اسی حالت میں حضرت سلمانؓ کا دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آ گیا۔ وہ سخت علیل تھے۔ جب حضرت سعد بن وقاصؓ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو انھیں دیکھ کر سلمان فارسیؓ رونے لگے۔ سعدؓ نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا، "حضورؐ نے ہم سے عہد لیا تھا کہ تمھارا ساز و سامان ایک مسافر کے سامانِ سفر سے زیادہ نہ ہو۔ مگر میرے پاس تو اتنا زیادہ سامان ہے، میں اپنے محبوبؐ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟" حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ اُس وقت حضرت سلمانؓ کا کل اثاثہ ایک بڑا پیالہ اور ایک تسلا تھا۔

حضرت سلمان فارسیؓ سن ۳۳ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ انتقال کے وقت وہ اسّی برس کے تھے۔ ان کا مزار مدائن (عراق) میں ہے۔

معانی واشارات

برگزیدہ	-	بڑے مرتبے والا
سرگرداں	-	پریشان
استقامت	-	پائیداری، مضبوطی، ٹھہراؤ
ثابت قدمی	-	قدم جمائے رکھنا، اپنی بات پر قائم رہنا
مصائب	-	مصیبت کی جمع
مانع ہونا	-	رکاوٹ بننا
نصف النّہار	-	آدھا دن، دوپہر کا وقت
زرتشتی مذہب	-	پارسیوں کا مذہب
مبعوث ہونا	-	اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کا بھیجا جانا
وادیِ قُریٰ	-	مدینے کے قریب ایک جگہ کا نام
رشتۂ مواخاۃ	-	بھائی بھائی کا رشتہ
اخوت	-	بھائی چارگی
معمولات	-	روزانہ کے اعمال
غزوہ	-	جس جنگ میں نبی کریمؐ شامل تھے
ایما	-	اشارہ
منجنیق	-	دور تک پتھر پھینکنے کا ایک آلہ
لشکرکشی کرنا	-	فوج کے ساتھ حملہ کرنا
صُفّہ	-	دورِ نبوت میں مسجد نبوی سے لگا ہوا چبوترہ جس پر غریب صحابہؓ قیام فرماتے اور تعلیم حاصل کرتے تھے۔
غلطاں	-	پریشان
علیل	-	بیمار
اثاثہ	-	ملکیت

مشقی سرگرمیاں

سبق کا بغور مطالعہ کر کے ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

* سبق کے حوالے سے درج ذیل رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

۱۔ حضرت سلمان فارسیؓ

↓ پہلا نام ↓ [ ]

دوسرا نام ↓ [ ]

والد کا نام ↓ [ ]

سکونت ↓ [ ]

۲۔ حضرت سلمان فارسیؓ

جائے پیدائش ↓ [ ] — گھرانا ↓ [ ] — علاقہ ↓ [ ] — ناظم اعلیٰ ↓ [ ]

۳۔ 'رضؓ' اِس نشان کا فقرہ اور اس کے معنی لکھیے۔

۴۔ والد کے برہم ہونے اور حضرت سلمانؓ کو بیڑیاں پہنانے کا سبب تحریر کیجیے۔

۵۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے کھجوروں والی سرزمین تک پہنچنے کے مراحل اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۶۔ حضرت محمد ﷺ کی تین نشانیاں جن کا ذکر عیسائی راہب نے حضرت سلمان فارسیؓ سے کیا تھا، ترتیب وار لکھیے۔

۷۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ رشتۂ مواخاۃ میں بندھنے والے صحابی کا نام تحریر کیجیے۔

۸۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا رسول اللہؐ کی تینوں نشانیوں کو پرکھنے کا طریقہ لکھیے۔

۹۔ اہلِ خانہ کے تعلق سے حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابو درداؓ کو جو تاکید کی، اُسے لکھیے۔

۱۰۔ ابتدائی اسلامی جنگوں میں حضرت سلمان فارسیؓ کے شامل نہ ہونے کا سبب لکھیے۔

۱۱۔ رسولِ اکرمؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے لیے جو جملے کہے ہیں انھیں نقل کیجیے۔

۱۲۔ غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ کا کردار بیان کیجیے۔

۱۳۔ ایران پر لشکر کشی کے وقت اسلامی لشکر کے رہنما کا نام لکھیے۔

۱۴۔ جنگِ طائف میں حضرت سلمان فارسیؓ کا کردار تحریر کیجیے۔

۱۵۔ مدائن کے ناظمِ اعلیٰ کی حیثیت سے حضرت سلمان فارسیؓ کے معمولات بیان کیجیے۔

۱۶۔ وفات کے وقت حضرت سلمان فارسیؓ کے رونے کی وجہ تحریر کیجیے۔

٭ حضرت سلمان فارسیؓ کے ذیل کے بیان سے مفرد، مرکب اور مخلوط جملے الگ کر کے تحریر کیجیے۔

"میں تم میں سے ہی ایک آدمی ہوں۔ تم دیکھتے ہو کہ عرب میری عزّت کرتے ہیں۔ اگر تم اسلام لے آئے تو تمھارے لیے وہی حقوق ہوں گے جیسے ہمارے لیے ہیں، تم پر وہی احکام واجب ہوں گے جو ہم پر ہیں۔"

٭ ذیل کے الفاظ کے لیے سبق سے ایک لفظ تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ آگ کو پوجنے والے

۲۔ قلعہ کی حفاظت کے لیے کھودا جانے والا گڑھا

۳۔ تانبے یا پیتل کا طشت

۴۔ جنگ جس میں آپؐ نے شرکت کی

٭ دیے ہوئے پیراگراف (اقتباس) کا خلاصہ لکھیے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا یہ وہ دور تھا جس میں غلاموں کو ملکوں کا حکمراں اور ....

.... حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ اُس وقت حضرت سلمانؓ کا کل اثاثہ ایک بڑا پیالہ اور ایک تسلا تھا۔

٭ دیے ہوئے حروف کے نمبروں کے مطابق ذیل کے جوابی نمبروں سے صحیح ترتیب نقل کر کے بننے والا لفظ لکھیے۔

i) پائیداری یا مضبوطی کے معنی والا لفظ :

حروف کے نمبر : ا ا ت ت س ق م

1 1 2 2 3 4 5

(i) 2 2 1 5 4 3 1 (ii) 2 5 1 4 2 3 1

(iii) 2 2 1 4 3 5 1

ii) اسلامی جنگ جس میں آپؐ نے حصہ لیا، اس مفہوم کا لفظ:

حروف کے نمبر : ز غ و ہ

1 2 3 4

(i) 4 3 2 1 (ii) 4 1 3 2

(iii) 4 3 1 2

اضافی معلومات

ساسانی حکومت

ایرانی حکمرانوں کا آخری خاندان ساسانی خاندان کہلاتا ہے۔ اس خاندان نے ۲۲۴ء سے ۶۵۲ء تک حکومت کی۔ اس کا دورِ حکومت زیادہ تر جنگوں کی نذر ہوا اس لیے ان حکمرانوں نے جنگی طریقوں پر خاص توجہ دی۔ ساسانی حکومت میں فنونِ لطیفہ کو بھی عالمگیر شہرت حاصل تھی۔ ان بادشاہوں نے اپنے عہدِ حکومت میں سنگ تراشی، معماری، کندہ کاری، سکہ سازی، صیقل گری اور شیشہ سازی کے ایسے نادر نمونے محفوظ کر رکھے تھے جنھیں دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ ان کے بنائے ہوئے محل، بُرج اور آتش کدوں کے باقیات دیکھنے کے لیے آج بھی سیاح دور دور سے آتے ہیں۔

ان بادشاہوں نے نقاشی اور فنِ مصوری پر بھی توجہ دی اور کئی شاہکار فن پارے ان کے دورِ حکومت میں وجود میں آئے۔ عراق کے شہر میسوپوٹیمیا میں پیدا ہونے والا مانی ساسانی حکومت کا مشہور مصوّر مانا جاتا ہے۔ اس نے فارس میں ایک نئے مذہبی عقیدے کو پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ ساسانی حکومت کے بعض بادشاہ نہایت سخت گیر تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایران کے ساسانی بادشاہ خسرو پرویز کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس نے غصّے میں آ کر آپؐ کا خط پھاڑ ڈالا تھا۔ خسرو پرویز کے فوراً بعد ساسانی حکومت کا ایران سے خاتمہ ہوگیا۔

عملی قواعد

حروفِ جار

خط کشیدہ حروف پر توجہ دیتے ہوئے ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہمیشہ حق کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔

۲۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا شمار ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔

۳۔ کسی وجہ سے انھوں نے جیان سے ترکِ وطن کیا۔

۴۔ انھوں نے ساری روداد اپنے والد کو سنائی۔

۵۔ وہ شام تک وہیں رہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ خط کشیدہ حروف سے پہلے آنے والے الفاظ اسم اور ضمیر ہیں جیسے:

اسم/ضمیر	حروف
اللہ تعالیٰ	کے
حق	کی
تلاش/لوگوں/کتابوں	میں
سلمان فارسیؓ/ان	کا
وجہ/جیان	سے
انھوں	نے
والد	کو
شام	تک

(آپ پڑھ چکے ہیں کہ حروف 'کا'، کی، کے' حروفِ اضافت بھی کہلاتے ہیں جو دراصل حروفِ جار کی ایک قسم ہیں)

اسم اور ضمیر کے ساتھ یعنی بعد میں آنے والے ان حروف کو حروفِ جار کہتے ہیں۔ (جار کے معنی ہیں: قریبی / پڑوسی) حروفِ جار سے پہلے آنے والے اسم وغیرہ مجرور کہلاتے ہیں۔ اس تفصیل کو ذیل کے خاکے میں سمجھا جاسکتا ہے۔

اسم/مجرور	حروفِ جار
حق	کی
ان	سے
باغ	میں

عملی قواعد

مفرد جملہ

ذیل کے جملوں کو غور سے پڑھیے:

- مولانا حسرتؔ موہانی کی شخصیت میں کوئی دلفریبی نہیں تھی۔
- حسرتؔ موہانی علی گڑھ میں زیرِ تعلیم تھے۔
- انھوں نے ایک رسالہ 'اُردوئے معلیٰ' جاری کیا۔
- تحریکِ آزادی کا درخت برگ و بار لایا۔
- وہ کسی صلہ وستائش کے طلبگار بھی نہ تھے۔

مثال کا ہر جملہ دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

حسرتؔ موہانی	علی گڑھ میں زیرِ تعلیم تھے۔
تحریکِ آزادی کا درخت	برگ و بار لایا۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہاں جملے کا پہلا فقرہ مبتدا اور دوسرا فقرہ خبر کہلاتا ہے۔ جس جملے میں صرف یہ دو اجزا پائے جاتے ہوں، اسے 'مفرد جملہ' کہتے ہیں۔

* اوپر کے باقی تین جملوں کو مبتدا اور خبر میں تقسیم کیجیے۔
* سبق 'مولانا حسرتؔ موہانی' سے چند مفرد جملے تلاش کرکے لکھیے اور انھیں مبتدا اور خبر میں تقسیم کیجیے۔

اضافی معلومات — اصحابِ صُفّہ

'صفہ' عربی میں سائبان کو کہتے ہیں اور اس چبوترے کو بھی جس پر سرکنڈوں کے چھپّر کا سایہ ہو۔ اللہ کے رسولؐ نے مدینہ منورہ میں مسجد بنائی تو اس کے شمالی ومشرقی حصے میں ان مسلمانوں کے لیے جن کا کوئی گھر بار نہ تھا، ایک چبوترا بنا کر اس پر چھپّر ڈال دیا تھا۔ باہر سے ایسا شخص آتا جس کے ساتھ اہل وعیال نہ ہوتے، وہ اس چبوترے پر ڈیرا ڈال دیتا۔ یہ صحابۂ کرامؓ رات دن اللہ کے رسولؐ کے ارشادات سے بہرہ ور ہوتے، قرآن مجید سنتے، سمجھتے اور وقتاً فوقتاً مختلف علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کے لیے بھیج دیے جاتے۔ ان صحابہؓ کا یہ بھی دستور تھا کہ ایک دو آدمی جنگل میں نکل جاتے، لکڑی اکٹھا کرکے لاتے اور فروخت کرکے جو رقم ملتی، اس سے سب کے کھانے پینے کا انتظام کرتے۔ اللہ کے رسولؐ خود بھی صدقے کی رقمیں انھی پر صرف فرماتے تھے اور دیگر صحابہؓ بھی دو دو چار چار آدمیوں کے کھانے کا انتظام کردیا کرتے تھے۔

۲۔ اپنے ہمسایے سے

کنہیالال کپور

پہلی بات : ایک مرتبہ دو گپ باز بیٹھے ہوئے اپنے خاندان کے بارے میں بڑی بڑی باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے کہا: میرے دادا کے پاس اتنا بڑا اصطبل تھا کہ جس میں بیک وقت دس ہزار گھوڑے رکھے جاسکتے تھے۔ دوسرے نے کہا: میرے نانا کے پاس اتنا طویل بانس تھا کہ جب وہ اسے لے کر گھر کی چھت پر کھڑے ہوتے تو بانس بادلوں تک پہنچ جاتا۔ جب چاہتے بادلوں کو ہلا کر بارش برسا لیتے۔ پہلے گپّی نے پوچھا: تمھارے نانا اتنا بڑا بانس آخر رکھتے کہاں تھے؟ دوسرے گپ باز نے کہا: اور کہاں رکھتے، تمھارے دادا ہی کے اصطبل میں رکھ دیا کرتے تھے۔

بعض لوگ اپنی جھوٹی شان دکھانے کے لیے اسی طرح شیخی بگھارتے ہیں۔ اکثر پڑوسی بھی اپنے آپ کو اوروں سے بہتر ثابت کرنے کے لیے مبالغہ آرائی سے کام لیتے اور دھوکا دیتے ہیں۔ کنہیالال کپور نے ذیل کے مضمون میں اسی سماجی بُرائی کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔

جان پہچان : کنہیالال کپور ۲۷ر جون ۱۹۱۰ء کو ضلع لائل پور میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے وہ انگریزی کے استاد مقرر ہوئے۔ بعد میں گورنمنٹ کالج، موگا (پنجاب) میں انھیں پرنسپل کے عہدے پر فائز کیا گیا اور یہیں ۱۹۸۰ء میں ان کی وفات ہوئی۔ طنز و مزاح میں جرأت اور بے باکی کنہیالال کپور کی خاص پہچان ہے۔ وہ سماجی ناہمواریوں کی جاندار تصویریں پیش کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں طنز اور احتجاج کا پہلو نمایاں ہے۔ انھیں پیروڈی لکھنے میں خاص مہارت حاصل تھی۔ ان کے طنزیہ و مزاحیہ خاکے بھی مقبول ہوئے۔ 'نوکِ نشتر، بال و پر، سنگ و خشت، چنگ و رَباب' اور 'کامریڈ شیخ چلّی' ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

آؤ میاں سمجھوتا کرلیں۔ آج تک ہم ایک دوسرے پر رعب جمانے کے لیے ایسی باتیں اور حرکتیں کرتے رہے ہیں جنھیں فضول ہی نہیں، مضحکہ خیز کہا جاسکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے، آخر ہم کب تک ایک دوسرے کو محض مرعوب کرنے کے لیے اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرتے رہیں گے یا جھوٹ بول کر اپنی عاقبت خراب کریں گے؟ کیوں نہ ہم اس حقیقت کو تسلیم کرلیں کہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی رئیس ابنِ رئیس نہیں بلکہ تم ایک معمولی تاجر ہو اور میں ایک معمولی معلم ہوں اور دونوں پچھلے پانچ برس سے ایک دوسرے کو دھوکا دینے کی بیکار کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ اگر تم کہتے ہو کہ تمھارا بھائی دہلی میں مجسٹریٹ ہے تو میں تمھیں مطلع کرتا ہوں، میرا بھائی الٰہ آباد ہائی کورٹ کا جج ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمھارا بھائی کسی مجسٹریٹ کا چپراسی ہے اور میرا کوئی بھائی ہی نہیں کیونکہ میں اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں۔

دو سال ہوئے تم نے کہا تھا، میں بیوی اور بچوں کے ساتھ کسی صحت افزا مقام غالباً نینی تال جا رہا ہوں۔ اور میں نے تمھیں بتایا تھا، میں بھی مع اہل و عیال اوٹاکمنڈ جا رہا ہوں۔ لیکن تم نینی تال گئے اور نہ میں اوٹاکمنڈ۔ تم نے وہاں نہ جانے کا یہ بہانہ ڈھونڈا کہ یک لخت تمھاری بیوی کی طبیعت خراب ہوگئی اور ڈاکٹر نے اُسے گھر پر مکمل آرام کرنے کے لیے کہا ہے۔ میں نے اوٹاکمنڈ نہ جانے کی یہ وجہ بتائی کہ میرے سالے کی شادی ہے اور مجھے اُس کا انتظام کرنا ہے۔ لطف یہ ہے کہ مجھے معلوم تھا، تمھاری بیوی بھلی چنگی ہے اور

تمھیں پتا تھا کہ میرے سالے کی شادی تو کیا، ابھی سگائی تک نہیں ہوئی۔ پچھلے دنوں جب تم نے مجھ پر رعب جمانے کے لیے قسطوں پر ایک فریج خریدا تو میری بیوی میرے سر ہوگئی کہ ہمارے گھر میں فریج ضرور ہونا چاہیے۔ چنانچہ نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے فریج خریدنا پڑا۔ اب سنا ہے کہ تم قسطوں پر ٹیلی وِژن سیٹ خریدنا چاہتے ہو۔ خدا کے لیے ایسا نہ کرنا۔ ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا۔ فریج کی قسط بھی بڑی مشکل سے ادا کرتا ہوں اور اگر ٹیلی وِژن کی قسط بھی ادا کرنی پڑی تو میرا تو دیوالہ ہی پٹ جائے گا۔ میں جانتا ہوں، کم و بیش تمھارا بھی یہی حال ہے۔ یعنی بقول شاعر۔

تم مسکرا رہے ہو مگر جانتا ہوں میں
بہتر تمھارا حال نہیں میرے حال سے

یہ دوسری بات ہے کہ تم کھلے بندوں کبھی اس بات کا اعتراف نہیں کرو گے کہ ہم دونوں ایک ہی ناؤ میں سوار ہیں۔

کبھی کبھی تم میرا قافیہ تنگ کرنے کی خاطر اپنی بیوی کے لیے قیمتی ساڑی یا زیور لے آتے ہو۔ اُسے پہن کر جب تمھاری بیوی شیخی بگھارتی ہے، "یہ ساڑی پانچ سو میں آئی ہے۔ یہ زیور دو ہزار روپے کا ہے،" تو میری بیوی کے سینے پر سانپ لوٹنے لگتے ہیں اور وہ اُسی دن سے فرمائش کرنے لگتی ہے کہ اس سے قیمتی ساڑی یا زیور لائیے، نہیں تو مجھے کھانا ہضم نہیں ہوگا اور نہ ہی نیند آئے گی۔

گزشتہ اتوار کو تمھاری بیوی نے اپنے بچے کے جنم دن پر پچیس عورتوں کو مدعو کیا۔ اب میری بیوی کا تقاضا ہے کہ دو ہفتوں کے بعد جب میں اپنے بچے کا جنم دن مناؤں گی تو کم از کم پچاس عورتوں کو دعوت دوں گی ورنہ ہمسائی کی نظر سے گر جاؤں گی۔

ہر بات میں ایک دوسرے کو نیچا دِکھانے کی تمنا یہ رنگ لائی ہے کہ اب بیماریوں کے معاملے میں بھی ہم ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ میری بیوی کہتی ہے، "کل رات مُنّے کو ایک سو چار ڈگری بخار تھا۔ بیچارا ساری رات ہائے ہائے کرتا رہا۔" تو تمھاری بیوی فوراً منہ بنا کر جواب دیتی ہے، "ایک سو چار ڈگری بخار بھی کوئی بخار ہوتا ہے؟ تین دن ہوئے ہماری بڑی منّی بیمار پڑ گئی، تھرمامیٹر لگایا تو معلوم ہوا ایک سو چھے ڈگری بخار ہے۔ وہ چھے گھنٹے بے ہوش پڑی رہی لیکن میں ذرا بھی نہیں گھبرائی۔ ڈاکٹر تک کو فون نہیں کیا۔ سوچا، بخار ہی تو ہے۔ خود بخود اُتر جائے گا۔"

ایک دن تمھاری بیوی اور میری بیوی اس موضوع پر بحث کر رہی تھیں کہ سوتے وقت تم زیادہ زور سے خراٹے لیتے ہو یا میں۔ تمھاری بیوی کہہ رہی تھی، "وہ جب خراٹے لیتے ہیں تو اُن کے خراٹوں کی آواز ایک فرلانگ سے سنی جا سکتی ہے۔" میری بیوی اسے بتا رہی تھی "ہمارے صاحب جب خراٹے لیتے ہیں تو اُن کے خراٹوں کی آواز سوِل ہسپتال میں سنائی دیتی ہے۔ کئی بار ڈاکٹر ہمارے گھر یہ پوچھنے کے لیے آتے ہیں کہ خیریت تو ہے؟"

ہماری بیویوں کی دیکھا دیکھی ہمارے بچے بھی لاف زنی کی عادت کا شکار ہو گئے ہیں۔ اگر تمھارا بچہ کہتا ہے، "مجھے ہر روز دو روپے جیب خرچ کے لیے ملتے ہیں، تو میرا بچہ اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے جواب دیتا ہے، "اونہہ، صرف دو روپے! ہمیں تو ہر روز پانچ روپے ملتے ہیں۔" اگر تمھارا بڑا لڑکا کہتا ہے، "میرے باپ نے ایک دفعہ مٹی کا تیل بلیک مارکیٹ میں فروخت کر کے سات ہزار روپے کمائے تھے،" تو میرا لڑکا اس سے بازی لے جانے کی نیت سے اُسے بتاتا ہے: "میرے ڈیڈی نے ایک مرتبہ اسکول کے فنڈ سے دس ہزار روپے اُڑا لیے تھے۔"

صورتِ حال اتنی نازک ہوگئی ہے کہ ڈر لگتا ہے کہ کسی دن ہم دونوں اپنے بچوں یا بیویوں کے بیانات کی بنا پر گرفتار نہ کرلیے جائیں اِس لیے آ ؤ، آ ج سے سمجھوتا کرلیں کہ آئندہ نہ ہم اور نہ ہماری بیویاں اور نہ بچے، ایک دوسرے پر رعب ڈالنے کی کوشش کریں گے بلکہ بڑی شرافت کے ساتھ تسلیم کرلیں گے کہ ہم دونوں معمولی حیثیت کے آدمی ہیں اور اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم رئیس ہیں تو ایک دوسرے کو نہیں صرف اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔

معانی واشارات

رئیس ابنِ رئیس	-	بہت مالدار باپ کا مالدار بیٹا، خاندانی امیر
مجسٹریٹ	-	جج
یک لخت	-	اچانک
سر ہو جانا	-	ضد کرنا
دیوالہ پٹ جانا	-	بڑا نقصان ہونا
کھلے بندوں	-	سب کے سامنے، ظاہر میں
ایک ہی ناؤ میں سوار ہونا	}	ایک جیسے مسئلے کا شکار ہونا
قافیہ تنگ کرنا	-	پریشان کرنا
سینے پر سانپ لوٹنا	-	حسد کے مارے بے چین ہونا
نیچا دِکھانا	-	بے عزّت کرنا
رنگ لانا	-	ظاہر ہونا، نتیجہ سامنے آنا
لاف زنی کرنا	-	ڈینگیں مارنا

مشقی سرگرمیاں

* سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

۱۔ مصنف اور ہمسایے کی ایک دوسرے کو مرعوب کرنے والی حرکتیں مختصراً بیان کیجیے۔

۲۔ نینی تال اور اوٹاکمنڈ کی سیر کو نہ جانے سے متعلق مصنف اور ہمسایے کی غلط بیانی کو تحریر کیجیے۔

۳۔ مصنف کے ہمسایے کے فریج خریدنے کی وجہ لکھیے۔

۴۔ دیوالہ پٹ جانے کے اندیشے کے تعلق سے مصنف نے ہمسایے سے جو درخواست کی، اسے لکھیے۔

۵۔ مصنف اور ان کے ہمسایے کی گرفتاری سے ڈرنے کی وجہ بیان کیجیے۔

۶۔ جن غلط رویوں کے خلاف سبق لکھا گیا ہے، انھیں لکھیے۔

۷۔ ذیل کے شعر کو نثر میں لکھیے۔

تم مسکرا رہے ہو مگر جانتا ہوں میں
بہتر تمھارا حال نہیں میرے حال سے

۸۔ سبق کے مطابق ذیل کے نکات کو مصنف اور ہمسایے کے کالم میں تحریر کیجیے :

پانچ سو کی ساڑی ، کھانا ہضم نہ ہونا ، نیند نہ آنا ، پچاس عورتوں کی دعوت ، ایک سو چھے ڈگری بخار ، خراٹے ایک فرلانگ تک سنائی دینا۔

۹۔ سبق کے کسی ایک واقعے کے تعلق سے اپنی رائے دیجیے۔

* ہدایت کے مطابق عمل کیجیے۔

۱۔ سبق کے کوئی چار محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

۲۔ ذیل کے الفاظ کی ضد سبق سے تلاش کرکے لکھیے :

سنجیدہ ، انکار ، غریب ، اختلاف ، دن ، باہوش ، مصیبت ، خرید

* مصنف کے بچوں اور ہمسایے کی لاف زنی کو جدولی تقسیم میں درج کیجیے۔

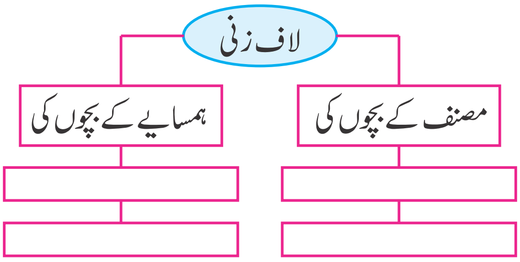

* سبق میں آئے ہوئے تفریحی مقامات کے نام شبکی خاکے میں لکھیے۔

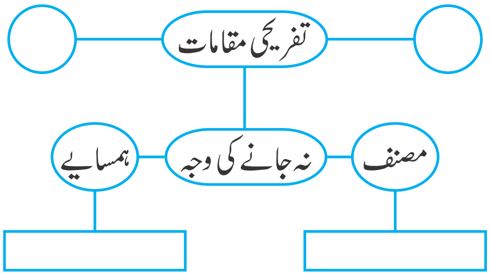

تحریری سرگرمیاں/منصوبے :

* 'ایک ہی ناؤ میں سوار ہونا' اس محاورے کو عنوان بنا کر کوئی دلچسپ واقعہ تحریر کیجیے۔
* "میرے ہمسایے" کے موضوع پر دس یا پندرہ سطروں کا مضمون لکھیے۔
* 'ہائے میرا دیوالہ پِٹ گیا!' اِس عنوان پر دلچسپ مضمون تحریر کیجیے۔
* سبق میں لفظ 'کم و بیش' استعمال ہوا ہے۔ اس طرح واؤ عطف کے چار نئے الفاظ بنائیے۔

میری ڈائری (ایک طالب علم کے قلم سے)

۵/جولائی بروز اِتوار : آج اسکول کی تعطیل ہے اس لیے سوتا رہا مگر اچانک اپنے دوست کی امریکہ روانگی کا خیال آیا تو جھٹ پٹ اُٹھ بیٹھا۔ نہا دھوکر کپڑے تبدیل کیے اور اپنی سائیکل سے احمد کے گھر چلا گیا۔ امریکہ کے سفر کے لیے اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا اور اسے رخصت کرکے وہاں سے لوٹ آیا۔

۶/جولائی : آج اسکول میں صدر مدرّس صاحب نے غالب کی غزل پڑھائی۔ بڑا مزہ آیا۔

۷/جولائی : آج صبح ہی سے سماں خوش گوار ہے۔

۸/جولائی : دوپہر کی معمولی بوندا باندی کی وجہ سے کچھ اُمس محسوس ہورہی ہے۔

۹/جولائی : ڈاکیے نے کتابوں کا پارسل لا کر دیا۔ اس میں میری پسندیدہ کتاب 'پرواز' بھی تھی۔

۱۰/جولائی : بڑے بھیا بنگلور سے آ رہے ہیں۔

۱۱/جولائی : امتحان کی فیس اسکول میں داخل کرنے کی آج آخری تاریخ ہے۔

اضافی معلومات

پڑوسی

اسلام نے قرابت داری اور رشتے داری کے بعد سب سے زیادہ ہمسایے اور پڑوسی کے ساتھ صلہ رحمی پر زور دیا ہے۔ اسلامی احکامات کی رو سے پڑوسی ہمارے حد درجہ رفاقت، ہمدردی اور نیک سلوک کے مستحق ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے ہمسایے کے حقوق کی اتنی تاکید کی گئی ہے کہ میں خیال کرنے لگا کہ شاید اب اسے وراثت میں حصے دار بنا دیا جائے گا۔

اللہ کے رسولؐ نے متعدد احادیث میں ہمسایوں کے ساتھ نیک برتاؤ اور حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ ایک حدیث میں پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کے سلسلے میں آپؐ نے فرمایا، "وہ شخص مومن نہیں جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو۔" دوسرے مقام پر آپؐ نے پڑوسیوں کے حقوق کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا، "وہ شخص ایمان نہیں رکھتا جو خود پیٹ بھر کھائے اور اس کا ہمسایہ اس کے پڑوس میں بھوکا رہ جائے۔" آپؐ اپنے صحابہؓ کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ اپنے بچوں کے لیے اگر پھل لاؤ تو ہمسایے کے گھر بھی بھیجو ورنہ چھلکے باہر نہ پھینکو تا کہ غریب ہمسایے کا دل نہ دُکھے۔

حضرت محمد ﷺ کی ایک مشہور حدیث کا مفہوم ہے کہ وہ شخص جنتی نہیں ہوسکتا جس کی بدزبانی سے اس کے پڑوسی پریشان رہیں۔ ساتھ ہی آپؐ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ جس شخص کے اخلاق و اطوار اور اس کے طرزِ سلوک سے اس کے ہمسایے خوش ہوں اور اسے اچھا کہتے ہوں تو وہ بے شک اچھا شخص ہے اور کسی شخص کے بارے میں اس کے پڑوسی اچھی رائے نہ رکھتے ہوں تو وہ اچھا نہیں ہوسکتا۔

اسلام نے بڑی تفصیل کے ساتھ پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی، حسنِ سلوک اور خیر خواہی کے جذبات کو پروان چڑھانے اور اس کے ذریعے اچھے سماج کی تعمیر کی تاکید کی۔

۳۔ بھولا

راجندر سنگھ بیدی

پہلی بات : اُردو کی بیانیہ اصناف میں سب سے زیادہ مقبولیت افسانے کو حاصل ہے۔ اس میں واقعات کا بیان، کرداروں کی گفتگو اور منظر و ماحول کی پیش کش بہت نپی تلی اور تاثر سے بھرپور ہوتی ہے۔ پلاٹ، کردار، زمان و مکاں، مرکزی خیال اور اسلوب کی، افسانے کے فن میں خاص اہمیت ہے۔ زیادہ تر افسانے کسی پلاٹ ہی کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں۔ افسانے میں کردار کی شخصیت کے کچھ ہی پہلو دِکھائے جاسکتے ہیں اس لیے افسانے کی کامیابی کے لیے لازمی ہے کہ اس کی ابتدا ہی میں کردار کا واضح نقش اُبھر آئے۔ ہر واقعہ اور انسانی تجربہ وقت کے کسی نہ کسی مخصوص دائرے اور مکان یا مقام کے کسی نہ کسی معینہ پس منظر میں جنم لیتا ہے۔ اچھے افسانے میں ماحول کی جزئیات اور کرداروں کے زمانی پس منظر کا وجود ضروری ہے۔

جان پہچان : راجندر سنگھ بیدی ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ وہ اُردو کے صفِ اوّل کے افسانہ نگار ہیں۔ وہ ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے۔ اپنے افسانوں کے ماحول کی مصوری میں وہ حقیقت نگاری سے کام لیتے ہیں۔ ان کی کہانیوں میں کرداروں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اُن کے ہر کردار اور واقعے کے پس منظر میں کوئی نفسیاتی یا جذباتی عنصر کارفرما ہوتا ہے۔ 'دانہ و دام'، 'گرہن'، 'اپنے دکھ مجھے دے دو' اور 'ہاتھ ہمارے قلم ہوئے' ان کے افسانوں کے مشہور مجموعے ہیں۔ افسانہ 'بھولا' ان کے مجموعے 'دانہ و دام' سے لیا گیا ہے جس کے کردار سادہ دل، بھولے بھالے اور سیدھے سادے ہیں۔ غالباً اسی کی مناسبت سے مصنف نے افسانے کا نام ہی 'بھولا' رکھا ہے۔ ان کا انتقال ۱۹۸۴ء کو ممبئی میں ہوا۔

میں نے مایا کو پتھر کے ایک کوزے میں مکھن رکھتے دیکھا۔ چھاچھ کی کھٹاس کو دور کرنے کے لیے مایا نے کوزے میں پڑے ہوئے مکھن کو کنویں کے صاف پانی سے کئی بار دھویا۔ اس طرح مکھن کے جمع کرنے کی کوئی خاص وجہ تھی۔ ایسی بات عموماً مایا کے کسی عزیز کی آمد کا پتا دیتی تھی۔ ہاں، اب مجھے یاد آیا، دو دن کے بعد مایا کا بھائی اپنی بیوہ بہن سے راکھی بندھوانے کے لیے آنے والا تھا۔ یوں تو اکثر بہنیں بھائیوں کے ہاں جا کر انھیں راکھی باندھتی ہیں مگر مایا کا بھائی اپنی بہن اور بھانجے سے ملنے کے لیے خود ہی آجایا کرتا تھا اور راکھی بندھوا لیا کرتا تھا۔ راکھی بندھوا کر وہ اپنی بیوہ بہن کو یقین دلاتا کہ جب تک اس کا بھائی زندہ ہے اس کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لیتا ہے۔

ننھے بھولے نے میرے اس خیال کی تصدیق کر دی۔ گنا چوستے ہوئے اس نے کہا، "بابا! پرسوں ماموں جی آئیں گے نا...؟"

میں نے اپنے پوتے کو پیار سے گود میں اُٹھا لیا اور مسکراتے ہوئے کہا، "بھولے! تیرے ماموں جی تیری ماتا جی کے کیا ہوتے ہیں؟"

بھولے نے کچھ تامّل کے بعد جواب دیا، "ماموں جی۔"

مایا کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں اپنی بہو کے اس طرح کُھل کر ہنسنے پر دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔ مایا بیوہ تھی اور سماج اسے اچھے کپڑے پہننے اور خوشی کی بات میں حصہ لینے سے بھی روکتا تھا۔ میں نے بارہا مایا کو اچھے کپڑے پہننے، ہنسنے کھیلنے کی تلقین کرتے ہوئے سماج کی پروا نہ کرنے کے لیے کہا تھا مگر مایا نے از خود اپنے آپ کو سماج کے روح فرسا احکام کے تابع کر لیا تھا۔ اس نے اپنے تمام اچھے کپڑے اور زیورات کی پٹاری ایک صندوق میں مقفل کر کے چابی ایک جوہڑ میں پھینک دی تھی۔

مایا نے اپنے لعل کو پیار سے پاس بلاتے ہوئے کہا، ”بھولے! تم نھی کے کیا ہوتے ہو؟“

”بھائی“ بھولے نے جواب دیا۔

”اسی طرح تیرے ماموں جی میرے بھائی ہیں۔“

بھولا یہ بات نہ سمجھ سکا کہ ایک ہی شخص کس طرح ایک ہی وقت میں کسی کا بھائی اور کسی کا ماموں ہوسکتا ہے۔ وہ تو اب تک یہی سمجھتا آیا تھا کہ اس کے ماموں جان اس کے باباجی کے بھی ماموں جی ہیں۔

مجھے دوپہر کو اپنے گھر سے چھے میل دور اپنے کھیتوں میں ہل پہنچانے تھے۔ بوڑھا جسم، اس پر مصیبتوں کا مارا ہوا۔ بیٹے کی موت نے اُمید کو یاس میں تبدیل کرکے کمر توڑ دی تھی۔ اب میں بھولے کے سہارے ہی جیتا تھا۔

رات کو میں تکان کی وجہ سے بستر پر لیٹتے ہی اونگھنے لگا۔ ذرا توقّف کے بعد مایا نے مجھے دودھ پینے کے لیے آواز دی۔ میں نے اسے سیکڑوں دعائیں دیتے ہوئے کہا، ”مجھ بوڑھے کی اتنی پروا نہ کیا کرو، بیٹا۔“

بھولا ابھی تک نہ سویا تھا۔ اس نے ایک چھلانگ لگائی اور میرے پیٹ پر چڑھ گیا۔ بولا، ”بابا جی! آپ آج کہانی نہیں سنائیں گے کیا؟“ ”نہیں بیٹا۔“ میں نے کہا، ”میں آج بہت تھک گیا ہوں۔ کل دوپہر کو تمھیں سناؤں گا۔“

بھولے نے روٹھتے ہوئے جواب دیا، ”میں تمھارا بھولا نہیں بابا۔ میں ماتا جی کا بھولا ہوں۔“

بھولا بھی جانتا تھا کہ میں نے اس کی ایسی بات کبھی برداشت نہیں کی۔ میں ہمیشہ اس سے یہی سننے کا عادی تھا کہ ”بھولا باباجی کا ہے اور ماتاجی کا نہیں۔“ مگر اس دن ہلوں کو کندھے پر اُٹھا کر چھے میل تک لے جانے اور پیدل ہی واپس آنے کی وجہ سے میں بہت تھک گیا تھا۔ اس غیر معمولی تھکن کے باعث میں نے بھولے کی وہ بات بھی برداشت کی اور اونگھتے اونگھتے سو گیا۔

صبح کے وقت اس نے پھر میری گود میں آنے سے انکار کر دیا اور بولا، ”میں نہیں آؤں گا تمھارے پاس، بابا۔“

”کیوں بھولے؟“

”بھولا باباجی کا نہیں ... بھولا ماتاجی کا ہے۔“

میں نے بھولے کو مٹھائی کے لالچ سے منایا اور چند ہی لمحات میں وہ باباجی کا بھولا بن گیا اور میری گود میں آ گیا اور اپنی ننھی ٹانگوں کے گرد میرے جسم سے لپٹے ہوئے کمبل کو لپیٹنے لگا۔ مایا نے پاؤ بھر مکھن نکالا اور اسے کوزے میں ڈال کر کنویں کے صاف پانی سے اس کی کھٹاس کو دھوڈالا۔ اب مایا نے اپنے بھائی کے لیے سیر کے قریب مکھن تیار کرلیا تھا۔ میں بہن بھائی کے اس پیار کے جذبے پر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا، عورت کا دل محبت کا ایک سمندر ہوتا ہے۔ ماں باپ، بھائی بہن، خاوند بچے، سب سے بہت ہی پیار کرتی ہے اور اتنا کرنے پر بھی اس کا پیار ختم نہیں ہوتا۔ ایک دل کے ہوتے ہوئے بھی وہ سب کو اپنا دل دے دیتی ہے۔ بھولے نے دونوں ہاتھ میرے گالوں کی جھریوں پر رکھے اور کہا، ”بابا، تمھیں اپنا وعدہ یاد ہے نا؟“

”کس بات کا ... بیٹا؟“

”تمھیں آج دوپہر کو مجھے کہانی سنانی ہے۔“

”ہاں بیٹا!“ میں نے اس کا منہ چومتے ہوئے کہا۔

یہ تو بھولا ہی جانتا ہوگا کہ اس نے دوپہر کے آنے کا کتنا انتظار کیا۔ بھولے کو اس بات کا علم تھا کہ باباجی کے کہانی سنانے کا وقت وہی ہوتا ہے جب وہ کھانا کھا کر اس پلنگ پر جا لیٹتے ہیں جس پر وہ باباجی یا ماتاجی کی مدد کے بغیر نہیں چڑھ سکتا۔ چنانچہ وقت سے آدھا گھنٹا پیشتر ہی اس نے کھانا نکلوانے پر اصرار شروع کر دیا، میرے کھانے کے لیے نہیں بلکہ اپنے کہانی سننے کے چاؤ سے۔

میں نے معمول سے آدھا گھنٹا پہلے کھانا کھایا۔ ابھی میں نے آخری نوالہ توڑا ہی تھا کہ پٹواری نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے کہا کہ خانقاہ والے کنویں پر آپ کی زمین کو ناپنے کے لیے مجھے آج ہی فرصت مل سکتی ہے، پھر نہیں۔

دالان کی طرف نظر دوڑائی تو میں نے دیکھا، بھولا چارپائی کے چاروں طرف گھوم کر بستر بچھا رہا تھا۔ بستر بچھانے کے بعد اس نے ایک بڑا تکیہ بھی ایک طرف رکھ دیا اور خود پائینتی میں پاؤں اڑا کر چارپائی پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

میں نے پٹواری سے کہا کہ تم خانقاہ والے کنویں کو چلو اور میں تمھارے پیچھے پیچھے آ جاؤں گا۔ جب بھولے نے دیکھا کہ میں باہر جانے کے لیے تیار ہوں تو اس کا چہرہ مدھم پڑ گیا۔ مایا نے کہا، ”باباجی، اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ خانقاہ والا کنواں کہیں بھاگا تو نہیں جاتا۔ آپ کم سے کم آرام تو کر لیں۔“

”اوں ہوں“ میں نے زیرِ لب کہا۔ ”پٹواری چلا گیا تو پھر یہ کام ایک ماہ سے ادھر نہ ہو سکے گا۔“

مایا خاموش ہو گئی۔ بھولا منہ بسورنے لگا۔ اس کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ اس نے کہا، ”بابا! میری کہانی... میری کہانی...“

”بھولے... میرے بچے!“ میں نے ٹالتے ہوئے کہا۔ ”دن کو کہانی سنانے سے مسافر راستہ بھول جاتے ہیں۔“

”راستہ بھول جاتے ہیں؟“ بھولے نے سوچتے ہوئے کہا، ”بابا! تم جھوٹ بولتے ہو... ہمیں باباجی کا بھولا نہیں بننا۔“

اب جبکہ میں تھکا ہوا بھی نہیں تھا اور پندرہ بیس منٹ آرام کے لیے نکال سکتا تھا، بھولے کی اس بات کو آسانی سے کس طرح برداشت کر لیتا۔ میں نے اپنے شانے سے چادر اُتار کر چارپائی کی پائینتی پر رکھی اور پلنگ پر لیٹتے ہوئے بھولا سے کہا، ”اب کوئی مسافر راستہ کھو بیٹھے تو اس کے تم ذمے دار ہو گے۔“ اور میں نے بھولے کو دوپہر کے وقت سات شہزادوں اور سات شہزادیوں کی ایک کہانی سنائی۔ بھولا ہمیشہ اس کہانی کو پسند کرتا تھا جس کے آخر میں شہزادے اور شہزادی کی شادی ہو جائے۔ مگر میں نے اس روز بھولے کے منہ پر خوشی کی کوئی علامت نہ دیکھی بلکہ وہ افسردہ منہ بنائے ہلکے ہلکے کانپتا رہا۔

اس خیال سے کہ پٹواری خانقاہ والے کنویں پر انتظار کرتے کرتے تھک کر کہیں اپنے گاؤں کا رُخ نہ کر لے، میں جلدی جلدی اپنے نئے جوتے میں دبتی ہوئی ایڑی کی وجہ سے لنگڑاتا ہوا بھاگا۔

شام کو جب میں واپس آیا اور جوں ہی میں نے دہلیز میں قدم رکھا، بھولے نے کہا، ”بابا... آج ماموں جی آئیں گے نا؟“

”پھر کیا ہوا بھولے؟“ میں نے پوچھا۔

”ماموں جی اگن بوٹ لائیں گے۔ ماموں جی کے سر پر مکئی کے بُھٹّوں کا ڈھیر ہوگا نا، بابا... ہمارے تو مکئی ہوتی ہی نہیں بابا۔ اور تو اور وہ ایسی مٹھائی لائیں گے جو آپ نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہو گی۔“

میں حیران تھا اور سوچ رہا تھا کہ کس خوبی سے ’خواب میں بھی نہ دیکھی ہو گی‘ کے الفاظ سات شہزادوں والی کہانی کے بیان میں سے اس نے یاد رکھے تھے۔

"جیتا رہ" میں نے دعا دیتے ہوئے کہا، "بہت ذہین لڑکا ہوگا اور ہمارا نام روشن کرے گا۔"

شام ہوتے ہی بھولا دروازے میں جا بیٹھا تاکہ ماموں جی کی شکل دیکھتے ہی اندر کی طرف دوڑے اور پہلے اپنی ماتاجی کو اور پھر مجھے، اپنے ماموں جی کے آنے کی خبر سنائے۔

دِیوں کو دِیا سلائی دِکھائی گئی۔ جوں جوں رات کا اندھیرا گہرا ہوتا جاتا دِیوں کی روشنی زیادہ ہوتی جاتی۔ تب متفکرانہ لہجے میں مایا نے کہا، "بابا جی ... بھیا ابھی تک نہیں آئے۔"

"ممکن ہے کوئی ضروری کام آ پڑا ہو۔ راکھی کے روپے ڈاک میں بھیج دیں گے۔"

"مگر راکھی؟"

"ہاں راکھی کی کہو۔ انھیں اب تک تو آ جانا چاہیے تھا۔"

میں نے بھولے کو زبردستی دروازے کی دہلیز پر سے اُٹھایا۔ بھولے نے اپنی ماتا سے بھی زیادہ متفکرانہ لہجے میں کہا، "ماتاجی ... ماموں جی کیوں نہیں آئے؟"

مایا نے بھولے کو گود میں اُٹھاتے ہوئے اور پیار کرتے ہوئے کہا، "شاید صبح کو آ جائیں تیرے ماموں جی ... میرے بھولے۔"

پھر بھولا کچھ دیر بعد سو گیا۔

مایا کا بھائی ابھی تک نہیں آیا تھا۔ میں ستاروں کی طرف دیکھتے دیکھتے اونگھنے لگا۔ یکایک مایا کی آواز سے میری نیند کھلی۔ وہ دودھ کا کٹورا لیے کھڑی تھی۔

"بیٹی ... تمھیں اس سیوا کا پھل ملے بغیر نہ رہے گا۔"

تبھی میرے پہلو میں بچھی ہوئی چارپائی پر سے بھولا آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھا۔ اُٹھتے ہی اس نے پوچھا، "بابا ... ماموں جی ابھی تک کیوں نہیں آئے؟"

"آ جائیں گے بیٹا! سو جاؤ۔ وہ صبح سویرے آ جائیں گے۔"

اپنے بیٹے کو اپنے ماموں کے لیے اس قدر بیتاب دیکھ کر مایا بھی کچھ بیتاب سی ہوگئی۔ عین اسی طرح جس طرح ایک شمع سے دوسری شمع روشن ہو جاتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ بھولے کو لِٹا کر تھپکنے لگی۔ مایا کی آنکھوں میں بھی نیند آنے لگی۔ دن بھر کے کام کاج کی تھکن سے مایا گہری نیند سوتی تھی۔ میں نے مایا کو سو جانے کے لیے کہا اور بھولے کو اپنے پاس لِٹا لیا۔

"بتّی جلتی رہنے دو، صرف دھیمی کر دو۔ میلے کی وجہ سے بہت سے چور چکار اِدھر اُدھر گھوم رہے ہیں۔" میں نے مایا سے کہا۔

سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس دفعہ میلے پر جو لوگ آئے تھے، ان میں ایسے آدمی بھی تھے جو کہ بچوں کو اغوا کر کے لے جاتے تھے۔ پڑوس کے ایک گاؤں میں دو ایک ایسی وارداتیں ہوئی تھیں اسی لیے میں نے بھولے کو اپنا پاس لٹا لیا تھا۔ میں نے دیکھا، بھولا جاگ رہا ہے۔ اس کے بعد میری آنکھ لگ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب میری آنکھ کُھلی تو میں نے بتّی کو دیوار پر نہ دیکھا۔ گھبرا کر ہاتھ پسارا تو بھولا بھی بستر پر نہ تھا۔ میں نے اندھوں کی طرح دیوار سے ٹکراتے اور ٹھوکریں کھاتے ہوئے تمام چارپائیوں پر دیکھ ڈالا۔ مایا کو بھی جگایا۔ گھر کا کونا کونا چھان مارا، بھولا

کہیں نہ تھا۔

"مایا... ہم لُٹ گئے۔" میں نے اپنا سر پیٹتے ہوئے کہا۔

مایا ماں تھی۔ اس کا کلیجا جس طرح شق ہوا، یہ کوئی اسی سے پوچھے۔ اپنا سہاگ لٹنے پر اس نے اتنے بال نہ نوچے تھے جتنے کہ اس وقت نوچے۔ وہ دیوانوں کی طرح چیخیں مار رہی تھی۔ پاس پڑوس کی عورتیں شور سن کر جمع ہوگئیں اور بھولے کی گمشدگی کی خبر سن کر رونے پیٹنے لگیں۔

آج میں نے میلے کے ایک بازی گر کو اپنے گھر کے اندر گھورتے ہوئے دیکھا تھا مگر میں نے پروا نہیں کی تھی۔ میں نے دعائیں کیں، مَنّتیں مانیں کہ بھولا مل جائے۔ وہی ہمارے اندھیرے گھر کا اُجالا تھا۔ اسی کے دم سے میں اور مایا جیتے تھے۔ اسی کی آس سے ہم اُڑے پھرتے تھے۔ وہی ہماری آنکھوں کی بینائی، وہی ہمارے جسم کی توانائی تھا۔ اس کے بغیر ہم کچھ نہ تھے۔

میں نے گھوم کر دیکھا، مایا بے ہوش ہوگئی تھی۔ اس کے ہاتھ اندر کی طرف مُڑ گئے تھے، آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور عورتیں اس کی ناک بند کر کے ایک چمچے سے اس کے دانت کھولنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

ایک لمحے کے لیے میں بھولے کو بھی بھول گیا۔ میرے پاؤں تلے کی زمین کھسک گئی۔ ایک ساتھ گھر کے دو لوگ جب دیکھتے دیکھتے ہاتھ سے چلے جائیں تو اس وقت دل کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ میں نے سوچا کہ اِن دُکھوں کے دیکھنے سے پہلے ایشور نے میری ہی جان کیوں نہ لے لی۔

قریب تھا کہ میں بھی گر پڑوں، مایا ہوش میں آگئی۔ مجھے پہلے سے کچھ سہارا ملا۔ میں نے دل میں کہا، "میں ہی مایا کو سہارا دے سکتا ہوں۔ اور اگر میں خود اس طرح حوصلے چھوڑ دوں تو مایا کسی طرح نہیں بچ سکتی۔" میں نے حواس جمع کرتے ہوئے کہا، "مایا بیٹی... دیکھو! مجھے یوں خانہ خراب مت کرو۔ حوصلہ کرو۔ بچے اغوا ہوتے ہیں مگر مل بھی جاتے ہیں۔ بھولا مل جائے گا۔"

ماں کے لیے یہ الفاظ بے معنی تھے۔ اس وقت آدھی رات اِدھر تھی اور آدھی رات اُدھر جب ہمارا پڑوسی اس حادثے کی خبر گاؤں سے دس کوس دور تھانے میں پہنچانے کے لیے روانہ ہوا۔

ہم سب ہاتھ ملتے ہوئے صبح کا انتظار کرنے لگے تاکہ دن نکلنے پر کچھ سجھائی دے۔ دفعتہً دروازہ کھلا اور ہم نے بھولے کے ماموں کو اندر آتے دیکھا۔ بھولا اس کی گود میں تھا۔ اس کے سر پر مٹھائی کی ٹوکریاں اور ایک ہاتھ میں بتّی تھی۔ ہمیں تو گویا ساری دنیا کی دولت مل گئی۔ مایا نے بھائی کو پانی پوچھا نہ خیریت اور اس کی گود سے بھولے کو چھین کر اسے چومنے لگی۔ تمام اڑوس پڑوس نے مبارکباد دی۔ بھولے کے ماموں نے کہا، "مجھے ایک کام کی وجہ سے دیر ہوگئی تھی۔ دیر سے روانہ ہونے پر رات کے اندھیرے میں مَیں اپنا راستہ گم کر بیٹھا تھا۔ یکایک مجھے ایک جانب سے روشنی آتی دِکھائی دی۔ میں اس کی طرف بڑھا۔ اس خوفناک اندھیرے میں پرس پور سے آنے والی سڑک پر بھولے کو بتی پکڑے ہوئے اور کانٹوں میں اُلجھے ہوئے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ میں نے اس سے اس وقت وہاں ہونے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ باباجی نے آج دوپہر کے وقت مجھے کہانی سنائی تھی اور کہا تھا کہ دن کے وقت کہانی سنانے سے مسافر راستہ بھول جاتے ہیں۔ تم دیر تک نہ آئے تو میں نے یہی جانا کہ تم راستہ بھول گئے ہوگے اور بابا نے کہا تھا کہ اگر کوئی مسافر راستہ بھول گیا تو تم ذمے دار ہوگے ...!!"

معانی واشارات

سہاگ لٹنا	-	شوہر کا انتقال ہو جانا
تصدیق کرنا	-	سچائی تسلیم کرنا، ثابت کرنا
تامّل	-	ہچکچاہٹ
تلقین کرنا	-	سمجھانا، جتانا
ازخود	-	خود سے
روح فرسا	-	روح کو تکلیف دینے والا
جوہڑ	-	پانی سے بھرا ہوا گڑھا
توقف	-	تاخیر، وقفہ
پٹواری	-	گاؤں کی زمین کی پیمائش کرنے والا
اگن بوٹ	-	آگ سے چلنے والی ناؤ
دیا سلائی دِکھانا	-	آگ جلانا، مراد چراغ روشن کرنا
متفکرانہ	-	سوچتے ہوئے
کلیجا شق ہونا	-	صدمہ پہنچنا، بہت دُکھ ہونا
کوس	-	دو میل کا فاصلہ
دفعتہً	-	اچانک

مشقی سرگرمیاں

سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

۱۔ بابا کو گھر پر کسی کی آمد کا پتا چل جانے کی وجہ لکھیے۔
۲۔ مایا کے مکھن جمع کرنے کا طریقہ بیان کیجیے۔
۳۔ سبق میں مذکور رشتوں اور رشتہ داروں کے نام لکھیے۔
۴۔ مایا کے بھائی کے گھر آنے کی وجہ بیان کیجیے۔
۵۔ 'راکھی بندھن' پر بھائی بہنوں کے درمیان قول و قرار کو قلمبند کیجیے۔
۶۔ سماج مایا کو اچھے کپڑے پہننے اور ہنسنے مسکرانے سے روکتا تھا۔ سبب تحریر کیجیے۔
۷۔ بھولا کی سمجھ میں نہ آنے والی بات بیان کیجیے۔
۸۔ بھولا کے کبھی بابا کا اور کبھی ماتا کا بھولا ہونے کی وضاحت کیجیے۔
۹۔ بابا کا بھولا کو رات اور دن میں کہانی نہ سنانے کا سبب لکھیے۔
۱۰۔ سبق کے پیغام کو مختصراً اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

* **سبق کے حوالے سے ذیل کا شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔**

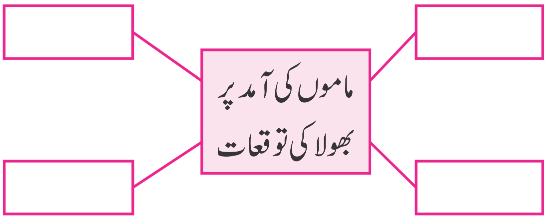

* **آپ اپنے ماموں یا کسی رشتے دار کی آمد سے جو توقعات لگاتے ہیں ان کا ویب خاکے کی مدد سے اظہار کیجیے۔**
* **"بھولا واقعی بھولا تھا" مختصراً اپنی استحسانی رائے دیجیے۔**
* **اپنے اسکول سے اپنے علاقے کے پولس اسٹیشن کا فاصلہ لکھیے۔**
* **سبق سے کم از کم آٹھ محاورے تلاش کرکے لکھیے اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔**
* **جملے کی درج ذیل اقسام سبق سے تلاش کرکے لکھیے۔**

بیانیہ، استفہامیہ، فجائیہ

* **سبق سے مفرد، مرکب اور مخلوط جملوں کی دو دو مثالیں لکھیے۔**
* **سبق سے اسم جمع تلاش کرکے لکھیے۔**
* **درج ذیل نکات کے تحت بیان کی استحسانی سرگرمی کو مکمل کیجیے۔**

۱۔ میں نے دعائیں کیں، منّتیں مانیں کہ بھولا مِل جائے۔ ....اس کے بغیر کچھ نہ تھے۔

نکات : بیان کا مطلب، آپ کی رائے۔

۲۔ "بابا جی نے آج دوپہر کے وقت مجھے کہانی سنائی تھی اور کہا تھا کہ دِن کے وقت ....تو تم ذمے دار ہوگے۔"

نکات : بیان کا سبب، بھولا کا بھولا پن، آپ کا تاثر۔

۴۔ سیاہ روشنی

EL2NNF

پروین شیر

پہلی بات : سفر کو وسیلۂ ظفر بھی کہا گیا ہے یعنی اس سے فتح و کامرانی حاصل ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص اپنے ماحول کو چھوڑ کر دیگر مقامات کا سفر اختیار کرتا ہے تو وہ مختلف علاقوں، لوگوں اور زبانوں سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔ آب و ہوا، رہن سہن اور زندگی گزارنے کے مختلف طریقے اور تہذیب وتمدن کے فرق کو دیکھ کر اس کی فکر ونظر میں کشادگی پیدا ہوتی ہے۔

سفرنامہ نثری ادب کی ایک صنف ہے۔ اچھے سفرنامے پڑھ کر ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم مصنف کے ساتھ سفر کر رہے ہیں اور اس کے تجربات ومشاہدات سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

جان پہچان : پروین شیر پٹنہ کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ اعلیٰ تعلیم انھوں نے کینڈا میں حاصل کی۔ انھوں نے اسی ملک کی شہریت حاصل کر لی اور فی الحال وہیں مقیم ہیں۔ شاعری کے علاوہ پروین شیر نے مصوری میں بھی خوب نام کمایا ہے۔ انھیں اس فن میں بین الاقوامی سطح کے کئی انعامات مل چکے ہیں۔ انھیں موسیقی اور سیاحت سے بھی خاصا لگاؤ رہا ہے۔ ان کا سفرنامہ 'چند سیپیاں سمندروں سے' اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوا ہے۔ 'کرچیاں، نہالِ دل پر سحاب جیسے' اور 'چہرۂ گل دھواں دھواں سا' ان کے شعری مجموعے ہیں۔

طیارہ اپنے آہنی پروں کو پھیلائے زمین کے سپاٹ سینے پر آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی رفتار تیز ہو رہی تھی۔ پھر دور تک پھیلے ہوئے رَن وے سے ایک لمبی جست لگا کر وہ فضاؤں میں پرواز کرنے لگا۔ اوپر ....اور اوپر۔ زمین دور ہوتی جا رہی تھی اور چھوٹی .... پروین اپنی سیٹ پر سر ٹکائے ہوئے اتنی بڑی زمین کو اتنی چھوٹی ہوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ وہ زمین جس پر انسانی وجود ایک ذرّہ ہے، وہی اب خود ذرّہ بنتی جا رہی تھی۔ طیارہ بادلوں کا نرم سینہ چیرتا ہوا بلند ہوتا جا رہا تھا۔ بادلوں کے سمندر میں ڈوب کر زمین لاپتا ہوگئی تھی جس سے دور یہ ایک نیا جہان تھا۔ یہ خلاؤں کا جہان تھا... پراسرار...خاموش آوازوں کی گونج جسے پروین سن رہی تھی۔ زمین سے دور اس نئے جہان میں آ کر دل کی عجیب کیفیت تھی جس کا کوئی نام نہ تھا۔ ایک انوکھا احساس تھا، ایک طفلانہ خواہش تھی... کھڑکی سے بادلوں کی آغوش میں کود جانے کی۔

آج وہ طیارے میں اُڑ رہی تھی اور زمین کے اس حصے پر قدم رکھنے جا رہی تھی جسے اس نے صرف تصویروں میں دیکھا تھا؛ جہاں کی سچی کہانیاں کتابوں میں پڑھی تھیں۔ جہاں کا ماضی عبرت ناک تھا، جہاں انسانوں نے انسانوں پر ظلم ڈھائے تھے، جہاں انسانیت منہ چھپائے سسک رہی تھی اور بربریت مسکرا رہی تھی۔ پروین خیالات کے سمندر میں غوطے لگا رہی تھی۔ ڈوب رہی تھی، اُبھر رہی تھی۔ جوہانس برگ پہنچنے میں دس گھنٹے باقی تھے۔ پروین کے شریکِ حیات وارث اور بیٹے فراز کی آنکھیں نیند میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ پروین کی پلکیں بھی بوجھل ہو رہی تھیں۔ جب اس کی آنکھیں کھلیں تو منزل قریب تھی۔ طیارہ نیچے اُتر رہا تھا۔ زمین قریب آ رہی تھی۔ لکیروں پر رینگتی چیونٹیاں بڑی بڑی گاڑیاں بن رہی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی ڈبیاں عالی شان عمارتوں میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ زمین

کا سینہ پھیلتا جا رہا تھا اور پروین کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ اُس سرزمین پر قدم رکھنے والی تھی جہاں کی مٹی کے ذرّے ذرّے میں ماضی کی دکھ بھری کہانیاں ہیں۔ وہ سرزمین جسے کہا جاتا ہے کہ ایک ملک میں ایک دنیا آباد ہے۔

طیارے نے زمین کو چھو لیا تھا۔ صبح کا سورج اپنی نرم سنہری کرنوں کی چادر جوہانس برگ پر پھیلائے ہوئے تھا۔ آج پروین کے قدم اس سرزمین پر تھے جہاں کتنی ہی یادوں کی بازگشت تھی۔ وہ خیالوں میں گم، تجسّس اور حیرانی میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اچانک ایک منحنی سا آدمی ایک جھنڈی جس پر 'شیر فیملی' درج تھا، لہراتا نظر آیا۔ فراز اس کی طرف بڑھا اور اس شخص نے خوش آمدید کہہ کر اپنا تعارف کرایا۔ وہ نرم گفتار، خوش مزاج شخص کینن تھا؛ پروین گروپ کے سیاحوں کا رہبر۔ سیدھا سادہ، نیک اور نرم دل۔ نیویارک یا شکاگو میں کالے لوگوں کا خوف دل و دماغ پر مسلط رہتا ہے۔ لوگ اس علاقے میں بھی نہیں جاتے جہاں ان کی اکثریت ہوتی ہے لیکن اب اسے اس خوف پر ہنسی آ رہی تھی۔ کینن کی شخصیت اور اردگرد کالوں کا جمِ غفیر ...ان کے چہرے بتا رہے تھے کہ تمام انسان بنیادی طور پر یکساں ہیں۔ کوئی پیدائشی مجرم نہیں ہوتا، قاتل نہیں ہوتا بلکہ حالات کا شکار ہوتا ہے۔ کینن کے ساتھ اس کے گروپ کے گیارہ سیاح وین میں بیٹھ گئے تھے۔

وین جوہانس برگ کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی ..... ہوٹل وانڈررز کی طرف۔ کینن ہاتھ میں مائک پکڑ کر اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آواز وین میں گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا، "جوہانس برگ میں ساؤتھ افریقہ کا سب سے پرانا اسکول ہے جو ۱۸۹۵ء میں تعمیر ہوا تھا۔ نیلسن منڈیلا کے دونوں مکانات یہیں ہیں۔" وین میں بیٹھے ہوئے سیاح کینن سے سوالات کر رہے تھے اور وہ جوابات دے رہا تھا۔ "جوہانس برگ میں سونے کی کان کا پتا جارج واکر اور جارج بریسن نے لگایا تھا۔ ساؤتھ افریقہ قدرتی وسائل کی وجہ سے دولت مند ہو گیا کیوں کہ یہاں سونے اور ہیرے کے ذخائر ہیں۔ یہاں گوروں کی آبادی دس فیصد ہے۔ یہاں موسمِ سرما جولائی سے شروع ہو جاتا ہے۔" کینن بولتا جا رہا تھا۔

پروین وین کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ مکئی کے کھیت کے رنگوں سے سرور حاصل کر رہی تھی اور کینن کی آواز سے علم کے موتی چن رہی تھی۔ سویٹو کی سڑکوں پر صبح کی نرم دھوپ اپنے سنہرے پروں کو پھیلائے بیٹھی تھی۔ سڑک کے کنارے رنگ ہی رنگ تھے۔ چھوٹے چھوٹے اسٹالوں میں فنکاروں کے فن چمک رہے تھے۔ مجسّمے اور کرافٹ، مصوری اور رنگین پوشاک۔ فٹ پاتھ پر بھی چادروں پر طرح طرح کی اشیا برائے فروخت موجود تھیں۔ لوگ مول تول کر رہے تھے۔ پروین اس دکاندار عورت کی بے بسی کو دیکھ رہی تھی جسے اپنی بقا کے لیے قیمت کم کرنی ہی تھی۔ وین کا ڈرائیور یوپا تھا۔ اس نے وین سویٹو کے ایک مفلوک الحال علاقے میں روک دی تھی۔ سب سیاح باہر نکل کر کینن کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ گرد و غبار میں ڈوبی ہوئی کچی سڑکیں، تنگ گلیاں، بدرنگ چھوٹے چھوٹے گھر، کہیں کہیں گڑھوں میں جمع ہوا پانی۔ ننگے پاؤں بوسیدہ کپڑوں میں کھیلتے ہوئے بچے، گھر کے دروازوں پر بیٹھے چائے پیتے ہوئے گپ شپ میں مصروف لوگ جنھیں زندگی کی دوڑ سے کوئی مطلب نہ تھا۔ مکانوں کے سامنے تاروں کی زنگ آلود باڑھ اور ہر گھر پر ٹین کی چھت۔ یہ علاقہ جوہانس برگ سے بیس میل دور ہے۔ اسے سویٹو کہتے ہیں۔ اپارتھائڈ کے دوران کالوں کو اسی جگہ بھیج دیا گیا تھا۔ سویٹو کا ماحول اور کچے راستے اور گلیوں سے اُڑتی ہوئی گرد کے ذرّے کہہ رہے تھے کہ کس طرح وہ ملک درد کا گہوارہ بنا تھا۔ گلی کی دھول پروین کے قدموں سے لپٹ رہی تھی اور وہ سوچ رہی تھی کہ سیاحت صرف جمالیاتی ذوق کی تسکین نہیں ...کھردری بدصورتی کی آگہی کا

نام بھی ہے۔

سیاحوں نے سویٹو میں ایک غریب خاندان کے خستہ حال دو کمروں کے مکان کو بھی دیکھا جس کے در و دیوار بدحال تھے جن کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ کمزور ستونوں پر ٹین کی چھت ٹکی ہوئی تھی۔ ایک باتھ روم صحن میں تھا جسے ہمسایے بھی استعمال کرتے تھے۔ دو کمروں کے اس گھر میں نو افراد رہ رہے تھے۔ ایک چھوٹے کمرے میں بستر اور میز کے درمیان چلنے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ چھوٹی سی کھڑکی سے روشنی بھی سہمی ہوئی سی اندر آ رہی تھی۔ ایک کمرہ ضعیف باپ کا تھا: نیم روشن، چھوٹا سا پرانا بستر اور چھوٹی سی رنگ اُڑی ہوئی میز تھی۔ اس کمرے کے ایک کونے میں بوسیدہ کرسی پر ایک نوعمر لڑکی بیٹھی ہوئی کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی۔ اس لڑکی کے چہرے پر پروین نے بیزاری کے آثار دیکھ لیے تھے۔ اس کی آنکھوں میں اس نے خودداری کی پرچھائیاں بھی دیکھ لی تھیں۔ لڑکی کے نوعمر خون میں غم و غصّے کی لہریں نظر آ رہی تھیں۔ پروین کا دل اس بیزار لڑکی سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ لڑکی کے قریب چلی گئی۔ سوال کیا، ”کیا تم یہیں رہتی ہو؟“ اس نے بہت روکھا سا جواب دیا، ”یقیناً!“ شاید اس نوجوان لڑکی کو جو صرف سولہ سال کی تھی، اپنے وجود، اپنے خاندان اور اپنے گھر کو نمائش کا سامان بنائے جانے کا شدت سے احساس تھا۔ سیاحوں کے لیے ان کی خستہ حالی، ان کی بے بسی ایک تفریح بن گئی تھی۔ دستور یہ تھا کہ سیاح ہمیشہ اس گھر کی غربت کا نظارہ کر کے انھیں کچھ اُجرت دے دیتے جس سے گھر کے افراد کو کھانا نصیب ہوتا تھا۔

تمام سیاح بے نیازی سے اس گھر کے رہنے والوں کی کٹھن زندگی کو تفریحی نظروں سے دیکھ کر باہر نکل گئے تھے، کچھ پیسے دے کر جو ایک رسم تھی۔ مگر زندگی کے یہ تضادات پروین کے لیے معما تھے۔ سب سیاح اس گھر سے یوں باہر نکل آئے جیسے کوئی دلچسپ فلم دیکھ کر سنیما ہال سے باہر نکلے ہوں۔ ننگے پاؤں اور پھٹے پرانے کپڑوں میں معصوم بچے بھی سیاحوں کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ شاید ان کے لیے یہ لوگ عجوبہ تھے۔ ایک بچہ، تقریباً سات سال کا، فراز کے قریب آ گیا اور اس نے بلا جھجک فراز سے باتیں شروع کر دیں۔ وہ فراز کے پیشے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ کچے ذہن کے پختہ سوال نے پروین کو حیران کر دیا تھا۔ پھر اس لڑکے نے کہا کہ میں وکیل بننا چاہتا ہوں۔ پروین اس معصوم کے خواب کے متعلق سن کر حیرت زدہ تھی، کچھ اُداس بھی۔ اب تقریباً بیس بچوں کا جھنڈ سیاحوں کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ کینن سے اجازت لے کر پروین نے ان بچوں کے لیے چاکلیٹ اور کھلونے خریدے۔ وہ باری باری ان میں یہ سوغات بانٹ رہی تھی۔ فراز نے ان بچوں سے باتیں شروع کیں تو ایک جھنڈ چلا آیا اس کے اردگرد۔ جیسے وہ ان کا پرانا دوست ہو۔ پروین کی آنکھیں فراز کی نرمی، رحم دلی اور انسانیت دیکھ کر نم ہوگئیں۔ فراز بھی بچوں کو کھلونے اور بسکٹ خرید کر دے رہا تھا۔ وہ ان کا ہیرو بن گیا تھا۔ وارث اپنے بیٹے کو فخر کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ پروین کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور اس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔

درج ذیل ویب سائٹس کا مشاہدہ کیجیے۔

www.jahan-e-urdu.com
www.ur.m.wikipedia.org
www.urduclassic.com
www.urdudost.com

معانی و اشارات

لفظ		معنی
طیارہ	-	ہوائی جہاز
رَن وے	-	ہوائی پٹّی
طفلانہ	-	بچکانہ، بچوں جیسا
عبرت ناک	-	سبق آموز
بربریت	-	ظلم
شریکِ حیات	-	شوہر/ بیوی
مسلّط رہنا	-	غالب رہنا، سوار رہنا
ذخائر	-	ذخیرہ کی جمع، ڈھیر
جم غفیر	-	ہجوم
سویٹو	-	افریقہ کے کالے غریبوں کی نئی بستی (Sweto : South Western Township)
اپارتھائڈ	-	نسلی بھید بھاؤ
مفلوک الحال	-	نہایت غریب
خستہ	-	ٹوٹا پھوٹا
تضادات	-	تضاد کی جمع، اُلٹ، ضد

مشقی سرگرمیاں

سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

* سبق 'سیاہ روشنی' کا مطالعہ کرکے ذیل کا شجری خاکہ مکمل کیجیے۔

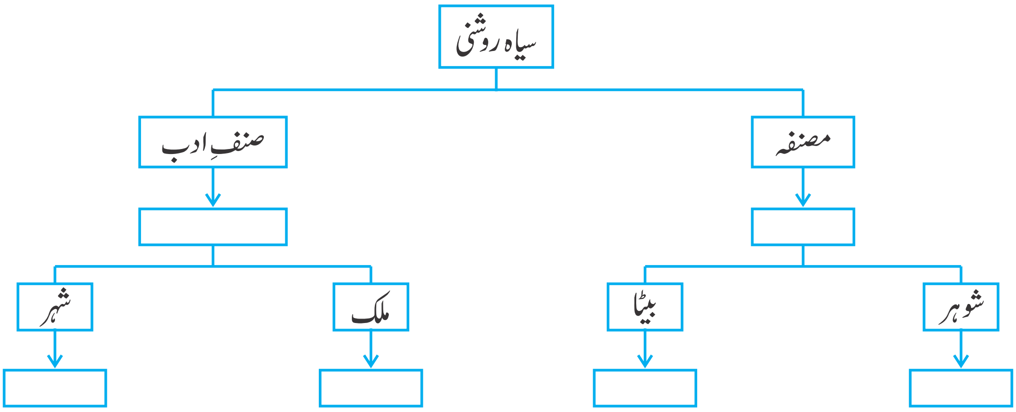

* نیچے دیے ہوئے واقعات کو صحیح ترتیب میں لکھیے :

۱۔ طیارہ اپنے آہنی پروں کو پھیلائے زمین کے سپاٹ سینے پر آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔

۲۔ ننگے پاؤں اور پھٹے پرانے کپڑوں میں معصوم بچے بھی سیاحوں کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

۳۔ تمام سیاح بے نیازی سے اس گھر کے رہنے والوں کی کٹھن زندگی کو تفریحی نظروں سے دیکھ کر باہر نکل گئے۔

۴۔ تقریباً بیس بچوں کا جھنڈ سیاحوں کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

۵۔ وین کا ڈرائیور یویا تھا۔ اس نے وین سویٹو کے ایک مفلوک الحال علاقے میں روک دی تھی۔

۶۔ وین جوہانس برگ کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی ... ہوٹل وانڈررز کی طرف۔

* خط کشیدہ الفاظ کی جگہ سبق میں آئے ہوئے لفظ استعمال کرکے جملے دوبارہ لکھیے۔

۱۔ دل کی عجیب حالت تھی جس کا کوئی نام نہ تھا۔

۲۔ پروین کے خیالات سمندر میں ڈبکیاں لگا رہے تھے۔

۳۔ ایک دُبلا پتلا سا آدمی ایک جھنڈی لہراتا نظر آیا۔

۴۔ نیویارک یا شکاگو میں کالے لوگوں کا خوف دل و دماغ پر چھایا ہوا رہتا ہے۔

۵۔ ایک باتھ روم آنگن میں تھا۔

* جنوبی افریقہ سے متعلق مصنفہ کے خیالات کا رواں خاکہ چوکونوں میں صرف ایک لفظ لکھ کر مکمل کیجیے۔

آج زمین کے اس حصے پر قدم رکھنے جارہی تھی جسے

↓

[ ] دیکھا تھا۔

↓

[ ] پڑھی تھی۔

↓

[ ] ماضی تھا۔

↓

[ ] سسک رہی تھی۔

↓

[ ] مسکرا رہی تھی۔

* دیے ہوئے الفاظ کی جمع یا واحد لکھیے۔

کیفیت ، خیالات ، شخصیت ، جوابات ، مکانات ، حساب

* طیارے کے اُڑان بھرنے اور فضا سے زمین کے منظر کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔

* طیارہ نیچے اُترتے وقت زمینی منظر میں جو تبدیلیاں محسوس ہوتی ہیں، انھیں تحریر کیجیے۔

* جملہ 'لوگ مول تول کر رہے تھے۔' خط کشیدہ لفظ بھاؤ تاؤ کے لیے عوامی زبان میں استعمال ہوتا ہے۔اس طرح کے کم از کم تین الفاظ بنائیے۔

مثال : بات چیت

* سویٹو کے غریب خاندان کے کمروں کے بارے میں لکھیے۔

* لڑکی کی بیزاری کی وجہ لکھیے۔

* سویٹو سے نکلتے وقت پروین کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔اس متضاد کیفیت کی وجہ لکھیے۔

تحریری سرگرمی

* اپنے کسی سفر کی روداد ڈائری کی شکل میں تحریر کیجیے۔

* عصبیت، رنگ و نسل کی تفریق جیسے مسائل کی روشنی میں درج ذیل جملے کا استحسان کیجیے۔

"تمام انسان بنیادی طور پر یکساں ہیں۔کوئی پیدائشی مجرم نہیں ہوتا، قاتل نہیں ہوتا بلکہ حالات کا شکار ہوتا ہے۔"

اضافی معلومات

نیلسن منڈیلا

جس طرح ہمارے ملک پر انگریزوں کی حکومت تھی اسی طرح جنوبی افریقہ بھی انگریزوں کا غلام تھا۔جنوبی افریقہ کی نوّے فیصد آبادی سیاہ فام قبائلی نسلوں پر مشتمل ہے لیکن اس کثیر آبادی پر دس فیصد گورے انگریز حکومت کرتے تھے۔ وہ سیاہ فام آبادی پر ظلم و ستم کرتے تھے اور ان کے ساتھ نسلی امتیاز برتتے تھے۔ سیاہ فاموں کو برابری کا درجہ حاصل نہیں تھا۔اس نسلی امتیاز جسے انگریزی میں اپارتھائڈ aparthied کہا جاتا ہے، کے خلاف نیلسن منڈیلا نے آواز اُٹھائی اور ساری عمر جنوبی افریقہ کی آزادی کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔

نیلسن منڈیلا کا پورا نام نیلسن رولی لاہلا منڈیلا تھا۔ وہ ۱۸/ جولائی ۱۹۱۸ء کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے قانون کی پڑھائی کی اور جوہانس برگ میں وکالت کرنے لگے۔یہیں سے وہ جنوبی افریقہ کی آزادی کی تحریک میں شامل ہوئے۔۱۹۴۴ء میں وہ افریکن نیشنل کانگریس (ANC) میں شامل ہوگئے اور ANC کی یوتھ لیگ کی بنیاد ڈالی۔ انگریز حکومت نے انھیں ۲۷/ برسوں کے طویل عرصے تک جیل میں قید رکھا۔ آخرکار ملک میں پھیل رہی بے چینی اور بین الاقوامی دباؤ کے تحت ۱۹۹۰ء میں انھیں آزاد کردیا گیا۔۱۹۹۴ء میں جب جنوبی افریقہ میں عام انتخابات ہوئے تو نیلسن منڈیلا کی قیادت میں افریکن نیشنل کانگریس کو اکثریت حاصل ہوئی اور نیلسن منڈیلا ملک کے پہلے سیاہ فام صدر منتخب ہوئے۔نیلسن منڈیلا کی جدوجہد اور قربانیوں کو عالمی سطح پر بے حد سراہا گیا۔ بھارت نے انھیں ۱۹۹۰ء میں بھارت رتن اور پاکستان نے ۱۹۹۲ء میں 'نشانِ پاکستان' جیسے اعلیٰ ترین شہری اعزازات سے نوازا۔۱۹۹۳ء میں انھیں 'نوبیل انعام برائے امن' بھی دیا گیا۔ان انعامات کے علاوہ بھی انھیں سیکڑوں اعزازات تفویض کیے گئے۔ وہ جنوبی افریقہ کے بابائے قوم کہے جاتے ہیں۔افریقہ کی آزادی کا یہ مردِ مجاہد ۵/ دسمبر ۲۰۱۳ء کو ۹۵/ برس کی عمر میں ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا۔

ELBJQ3

۵۔ مولانا حسرتؔ موہانی

نورالحسن نقوی

پہلی بات : ہمارا ملک ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہوا۔ انگریز ہندوستان میں تاجر بن کر آئے اور دھیرے دھیرے وہ ہمارے ملک پر قابض ہوگئے۔ ان کے ظلم و ستم سے ملک کی عوام تنگ آگئی تو انگریزوں کے خلاف انھوں نے بغاوت کے طریقوں کو اپنایا۔ ہندوستان کے رہنما عوام کے ساتھ تھے۔ انگریزوں نے انھیں بھی قید و بند کی سزائیں دیں۔ مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد جیسے آزادی کے رہنماؤں نے انگریزوں کے خلاف مورچہ کھولا۔ دو بدو لڑنے کی بجائے ان لوگوں نے امن اور شانتی کی راہ اپنائی تو لوک مانیہ تلک، لالہ لاجپت رائے، بپن چندر پال وغیرہ نے انتہا پسندی کو اپنایا۔ آزادی کے ان متوالوں میں مولانا فضل الحسن حسرتؔ موہانی بھی تھے۔ انھوں نے غیر ملکی مال کی مخالفت کی۔ انگریزوں نے انھیں بامشقت قید کی سزا سنائی اور وہ قید میں مہینوں چکّی پیستے رہے۔ ذیل کے سبق میں مولانا کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہے۔

جان پہچان : نورالحسن نقوی ۱۹۳۳ء میں امروہہ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اعلیٰ تعلیم علی گڑھ اور دِلّی یونیورسٹی میں حاصل کی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو میں لکچرر ہوگئے۔ انھوں نے سرسیّد اور مصحفی پر تحقیقی کام کیا اور ان دونوں شخصیتوں پر کتابیں لکھیں۔ تلسی داس کی ’رام چرت مانس‘ کا انھوں نے اُردو میں ترجمہ کیا۔ خاکہ نگاری میں ان کا نام اہمیت رکھتا ہے۔ ’تصویریں اُجالوں کی‘ ان کے خاکوں کا مجموعہ ہے۔ انھوں نے ’اُردو ادب کی تاریخ‘ اور ’فنِ تنقید اور اُردو تنقید نگاری‘ نامی کتابیں بھی لکھی ہیں۔

مولانا حسرتؔ موہانی کی شخصیت میں کوئی ایسی دلفریبی نہیں تھی کہ جو پہلی بار ملے، گرویدہ ہوجائے لیکن جن خوش نصیبوں کو انھیں نزدیک سے دیکھنے کا موقع ملا، وہ ان کی عظمت کے قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مولانا ان لوگوں میں سے تھے جو آنے والی نسلوں کی رہنمائی کے لیے وقت کے ریگزار پر اپنے قدموں کے نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کی زندگی فقر و استغنا اور ایثار و خلوص کا بے نظیر مجموعہ تھی۔

حسرتؔ علی گڑھ میں زیرِ تعلیم تھے کہ تحریکِ آزادی سے وابستہ ہوگئے۔ اس جرم میں تین بار کالج سے نکالے گئے، کئی بار قیدِ بامشقت کی سزا بھگتی اور ایک ایک دن میں من من بھر آٹا پیسا۔ تحریک کی حمایت میں انھوں نے ایک رسالہ ’اُردوئے معلّیٰ‘ جاری کیا تھا جسے بے باکی اور صاف گوئی کی پاداش میں بند کرنا پڑا۔ پریس اور کتب خانہ ضبط ہوا۔ مضامین کے مسودات ان کی آنکھوں کے سامنے نذرِ آتش کیے گئے۔ کالج کی حدود میں داخلہ ممنوع ہوگیا تو شہر میں کرایے کا مکان اور سودیشی تحریک کو فروغ دینے کے لیے ’سودیشی اسٹور‘ کھول لیا جس کا کالج کے اسٹاف اور طلبہ کی طرف سے بائیکاٹ کیا گیا۔ جیل گئے تو گزر اوقات کے لیے ان کی بیوی نے دکان پر بیٹھ کر کپڑا بیچا اور کسی ہمدرد نے مالی مدد کرنا چاہی تو یہ کہہ کر انکار کردیا کہ حسرتؔ صاحب نے کسی کا سہارا لینا گوارا نہیں کیا تو میں یہ مدد کیسے قبول کرلوں؟ جیل ہی میں تھے کہ بیٹا بیمار پڑا، حالت بگڑی اور دنیا سے رخصت بھی ہوگیا مگر حکام نے باپ کو مطلع کرنا بھی ضروری نہ سمجھا۔ بہت دن بعد جب اس جاں کاہ حادثے کی اطلاع ملی تو حسرتؔ صرف آہ بھر کر رہ گئے۔

تحریکِ آزادی کا درخت برگ و بار لایا تو اس کی فصل کا لوگوں میں بٹوارا ہوا؛ کسی کے حصے میں دھن دولت آئی، کسی نے

شہرت پائی، کسی کو صرف عزّت ملی مگر حسرتؔ کو کچھ بھی نہ ملا۔ وہ کسی صلہ وستائش کے طلبگار بھی نہ تھے۔ انھیں انعام ملا تو یہ کہ ان کے اپنوں نے کہا، ”بڑے میاں سٹھیا گئے ہیں، فہم وفراست سے محروم ہیں، سیاسی شعور سے بے بہرہ ہیں۔“ انھوں نے کچھ بھی تو نہ پایا، نہ یگانوں سے نہ بیگانوں سے، مگر یہ حسرتؔ ہی تھے جو ہمیں سرافرازی کی ایک لا زوال دولت عطا کر گئے۔ ہم ہمیشہ سر اُٹھا کے کہہ سکیں گے کہ جب ملک کے بڑے بڑے سورما آزادیِ کامل کا نام لیتے گھبراتے تھے تو ایک مردِ مسلماں، اُردو کے ایک شاعر و ادیب نے ہزار مخالفت کے باوجود ہزاروں کے مجمعے میں فوری اور مکمل آزادی کی تجویز پیش کی۔ یہ اور بات کہ کوئی جواں مرد اس کی آواز میں آواز نہ ملا سکا۔

اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سیّد سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ احمدآباد میں کانگریس کا ایک تاریخی جلسہ تھا۔ محمد علی، شوکت علی، ابوالکلام نظر بند تھے۔ باقی حضرات شریک تھے۔ ڈاکٹر انصاری اور سیّد محمود کے ساتھ اجلاس میں مَیں بھی تھا۔ اجلاس کے پنڈال سے باہر ایک شامیانے میں مغرب کے بعد مسلمانوں کا جلسہ تھا۔ گاندھی جی خاص طور سے مسلمانوں سے کچھ کہنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ اتنے میں دیکھا کہ کانگریس کی سبجیکٹ کمیٹی سے گھبرائے ہوئے، بھاگتے ہوئے دو والنٹیئر آئے اور گاندھی جی سے نہایت اضطراب کے ساتھ کہا کہ جلدی چلیے، کمیٹی میں حسرتؔ موہانی صاحب نے ہندوستان کی مکمل آزادی کی قرارداد پیش کر دی ہے اور کسی طرح واپس نہیں لے رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فضا میں کوئی غیبی گولہ آ کر پڑا ہے۔ گاندھی جی گھبرائے ہوئے جلسے سے اُٹھ کر سبجیکٹ کمیٹی کی طرف روانہ ہو گئے مگر حسرتؔ بدستور اپنی بات پر جمے رہے اور نوٹس دیا کہ وہ اسے کھلے اجلاس میں پیش کریں گے۔ چنانچہ وہ وقت آیا جب کھلے اجلاس میں حسرتؔ نے ہندوستان کی مکمل آزادی کی تجویز پیش کی اور آنکھوں نے دیکھا کہ ہزاروں کے مجمعے میں ایک آواز بھی ان کی تائید میں نہ اُٹھی۔

حسرتؔ کی شخصیت کے جس پہلو پر سب سے پہلے نظر جاتی اور جم کے رہ جاتی ہے، وہ ان کا فقر و استغنا ہے۔ ساری زندگی ان کا ہاتھ تنگ رہا۔ ایسوں کے دل میں دولت کی حرص کچھ زیادہ گھر کر لیتی ہے مگر حسرتؔ کا معاملہ برعکس تھا۔ کبھی دولت ان پر مہربان ہوئی بھی تو مولانا فوراً گھبرا کے ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ مہاتما گاندھی نے ایک بار پنڈت نہرو سے سوال کیا تھا،

”جواہر لال! یہ بتاؤ کہ دیش آزاد ہوا اور تم پردھان منتری بنائے گئے تو کیا تنخواہ لو گے؟“

”سو روپے ماہوار“ انھوں نے ازرہِ انکسار جواب دیا۔

اس پر مہاتما چیخ پڑے: ”جواہر لال! تم اس ننگے بھوکے دیش سے سو روپے تنخواہ لو گے، سو روپے!“

جب دیش آزاد ہوا تو حسرتؔ کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ پارلیمنٹ کے ممبر خود اپنی سرکار سے اتنی بڑی بڑی رقمیں سفر خرچ کے طور پر کیوں وصول کرتے ہیں۔ انھوں نے ایک مشاعرے کے منتظمین سے یہ کہہ کر سفر خرچ لینے سے انکار کر دیا تھا کہ میں گرفتاری کے ڈر سے بلاٹکٹ انجن میں بیٹھ کر آیا ہوں۔ کرایہ کیسے لے لوں؟ ایک بار پی ایچ۔ ڈی کا زبانی امتحان لینے وہ علی گڑھ آئے۔ دستخط کے لیے ٹی اے بل پیش کیا گیا۔ میزان پر نظر پڑی تو دیر تک کہتے رہے کہ اتنے بہت سے روپیوں کا ہم کریں گے کیا؟ پھر تفصیل پر نظر پڑی تو چونکے۔ بولے، ہم تو تھرڈ کلاس میں آئے ہیں، فرسٹ کلاس کا کرایہ کیسے لے لیں۔ پھر ارشاد ہوا، ہم تو آپ کے گھر ٹھہرے ہیں، یہ قیام وطعام کا خرچ کیا معنی؟ پھر کچھ اور خیال آیا، بولے ہم تو دہلی جا رہے تھے، راستے میں ذرا دیر کو یہاں اُتر گئے۔ ہم تو کچھ

لے ہی نہیں سکتے۔

جو شخص درویشانہ زندگی بسر کرتا ہو، اسے روپے پیسے کی ضرورت بھی کیا۔ ایک دوست کو کھانے پر مدعو کیا۔ دعوت کا وقت آیا تو مہمان عزیز کے لیے ڈیوڑھی میں چٹائی بچھا دی۔ پھر اندر سے ایک رکابی میں چنے کی دال کا سالن اور طباق میں روٹیاں لے آئے۔ اسے محبت سے بٹھایا اور میزبانی کا حق ادا کر دیا۔ لباس کی طرف سے وہ ہمیشہ بے پروا رہے۔ بیگم نے جو کپڑے دے دیے، انھوں نے بلا تامل پہن لیے۔ وہ ان کے کپڑے خود ہی سیتی تھیں، خود ہی دھوتی تھیں۔ مولانا کو افسوس تھا کہ شیروانی درزی سے سلوانی پڑتی ہے۔ بیگم سے ذکر کیا تو انھوں نے کسی درزی سے شیروانی کی تراش سیکھ لی اور درزی کا قصہ ہی پاک ہو گیا۔ جب کالج کے اساتذہ اور طلبہ نے حسرتؔ کے سودیشی اسٹور کا بائیکاٹ کیا تو وہ ذرا بھی ہراساں نہ ہوئے۔ بولے ہمارا خرچ ہی کتنا ہے جو فکر مند ہوں۔ ملازم رکھنے کی تو حالات نے کبھی اجازت ہی نہ دی۔ کرایے کے جس مکان میں رہتے تھے، اس میں نل نہیں تھا۔ مکان کے سامنے سڑک کے اس پار پانی کا نلکا تھا۔ حسرتؔ پائینچے چڑھا کر بالٹیاں بھر بھر کے لاتے اور دن بھر کی ضرورت کے لیے گھڑوں میں پانی بھر لیتے۔ کوئی اس کام میں مدد کرنا چاہتا تو سختی سے انکار کر دیتے۔ آزادی کے بعد پارلیمنٹ کے ممبر ہوئے تو اجلاس میں شرکت کے لیے دہلی کے اسٹیشن پر تھرڈ کلاس کمپارٹمنٹ سے اس شان سے اُترتے کہ ایک تکیہ پھٹی ہوئی دری میں لپٹا، رسّی سے بندھا داہنی بغل میں ہے اور بائیں ہاتھ میں لوٹا۔ اسٹیشن سے نکل کے پا پیادہ نئی دہلی کی مسجد میں جا پہنچتے کہ یہی ان کی قیام گاہ تھی۔ جس غریب ممبر پارلیمنٹ کو بھتے کے نام پر ایک پیسا وصول نہ کرنا ہو، وہ یہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔

حسرتؔ شاعر تھے، حسن پرست تھے اور اخلاص کے پیکر۔ جس سے ایک بار ملاقات ہو گئی، اسے ہمیشہ محبت سے یاد کیا۔ وہ ایک زندہ دل عاشق مزاج انسان تھے مگر یہ سب عہدِ شباب کی باتیں ہیں۔ انھوں نے جسے ٹوٹ کر چاہا، وہ تھیں ان کی بیگم نشاط النسا۔ کہا کرتے تھے کہ زلیخا، کملا اور نشاط نہ ہوتیں تو ابوالکلام، جواہر لال اور حسرتؔ بھی نہ ہوتے۔

حسرتؔ کو اپنے وطن سے جو عشق تھا اور اس کی آزادی کے لیے ان کے دل میں جو بے پناہ تڑپ تھی، اس کی طرف کچھ اشارے اوپر کیے جا چکے ہیں۔ ملک کی خاطر جیل تو ہزاروں لوگ گئے لیکن وہاں لوگوں نے جس طرح کی زندگی گزاری، اس سے ہم ناواقف نہیں مثلاً جیل میں مولانا آزاد اور ان کے رفقا کے شب و روز کیا تھے، 'غبارِ خاطر' کے خطوط سے اس کا ہمیں علم ہو چکا ہے۔ اب سنیے حسرتؔ کا حال خود ان کی زبانی: جیل پہنچتے ہی ایک لنگوٹ، جانگیا، کرتا، ایک ٹوپی پہننے کے لیے، ٹاٹ کا ٹکڑا بچھانے کے لیے، ایک کمبل اوڑھنے کے لیے ملا۔ ایک قدح آہنی بڑا، ایک چھوٹا ضروریات کو رفع کرنے کے واسطے مرحمت ہوا۔ پھر مجھے الہ آباد جیل منتقل کیا گیا، جہاں قید کی ساری مدت روزانہ ایک من آٹا پیسنا پڑا۔ یہ شعر اسی زمانے کی یادگار ہے ؎

ہے مشقِ سخن جاری چکّی کی مشقت بھی
اک طُرفہ تماشا ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی

حسرتؔ کا تعلق گرم دَل سے تھا۔ احباب کے لاکھ سمجھانے کے باوجود وہ حکومت سے شدید عداوت کا رویہ ترک نہ کر سکے اور ساری زندگی اس کا خمیازہ بھگتا۔ سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی اور جیل جانے کا وقت آیا تو گاندھی جی اور دوسرے رہنما چپ چاپ پولس کے ساتھ ہو لیے۔ حسرتؔ نے سنا تو حیران ہوئے کہ یہ کیا نافرمانی ہوئی۔ جب پولس انھیں گرفتار کرنے پہنچی تو دل میں

جیل جانے کی خواہش تھی مگر اظہارِ نافرمانی کے لیے زمین پر اوندھے لیٹ گئے کہ میں تو نہیں جاتا۔ مار پڑ رہی ہے مگر نہیں اُٹھتے۔ سپاہیوں نے گھسیٹا تو گھاس پکڑ لی۔ آخر بہ ہزار دِقت زبردستی لاری پر لاد کر لے جائے گئے۔ گاندھی جی اور ان کے فلسفۂ عدم تشدد کے وہ قائل نہ تھے۔ جب انھوں نے فوری اور مکمل آزادی کی تجویز پیش کی تو گاندھی جی اور دوسرے رہنماؤں نے سمجھایا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا مگر وہ نہ مانے۔ حسرتؔ کی تجویز کے خلاف تقریر کرتے ہوئے گاندھی جی نے کہا تھا، ”حسرتؔ صاحب ہمیں اس پانی میں لے جانا چاہتے ہیں جس کی گہرائی کا ہمیں اندازہ نہیں۔“

حسرتؔ بڑے بے باک اور بلا کے صاف گو تھے۔ دل کی بات زبان پر لانے میں انھیں کبھی تامّل نہ ہوتا تھا۔ اس میں کبھی کبھی ناگفتنی بات بھی زبان سے نکل جاتی تھی جس کا تاوان بہر حال انھیں بھگتنا پڑتا تھا لیکن یہ کہنا غلط ہوگا کہ حسرتؔ غور و فکر کے عادی نہ تھے یا ان میں تدبر کی کمی تھی۔ ان کے مزاج میں ایک طرح کی جلد بازی ضرور تھی۔ وہ ہر کام جلدی کرتے تھے۔ ان کا دماغ بھی اسی طرح تیز رفتاری سے سوچتا تھا اور جب وہ کسی نتیجے پر پہنچ جاتے تھے تو چونکہ مصلحت کا ان کے مزاج میں گزر نہ تھا، موقع محل دیکھے بغیر دل کی بات زبان پر لے آتے تھے ورنہ ان کی دور اندیشی اور فہم و فراست کے ثبوت میں بہت سی دلیلیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

مولانا حسرتؔ موہانی کو پہلی بار نئی دہلی کی ایک مسجد کے پاس اُلجھی ہوئی بے ہنگم ڈاڑھی، پچکی ہوئی ترکی ٹوپی، ٹوٹی ہوئی کمانی کی عینک، ملگجی دَلی شیروانی کے ساتھ ایک ہاتھ میں لوٹا اُٹھائے، دوسرے میں رسّی سے بندھا دری تکیہ سنبھالے پھٹی پھٹی باریک آواز میں بولتے دیکھا تو ایک عظیم الشان دیوار ڈھیتی ہوئی نظر آئی مگر جب ان کے حالاتِ زندگی اور کارناموں سے شناسائی حاصل ہوئی تو اسی شکستہ دیوار کے ملبے سے ایک مینارۂ نور بلند ہوتا دِکھائی دیا۔ ایسا بلند کہ آج تک تو اس کا ہمسر کوئی دوسرا مینار نظر آیا نہیں۔

معانی واشارات

فقر	-	تنگ دستی، مفلسی
استغنا	-	بے فکری، بے نیازی
پاداش	-	بدلہ، سزا، نتیجہ
مسوّدات	-	مسوّدہ کی جمع، قلمی تحریریں
سودیشی	-	اپنے ملک کی
جاں کاہ	-	جان کو تکلیف دینے والا
برگ و بار لانا	-	نتیجہ سامنے آنا
فہم وفراست	-	سمجھ داری، عقل مندی
بے بہرہ	-	محروم
سرافرازی	-	عزّت
آزادیِ کامل	-	مکمل آزادی
سبجیکٹ کمیٹی	-	موضوع طے کرنے والی کمیٹی
والینٹیر	-	رضا کار
قرارداد	-	ریزولوشن، تجویز
غیبی گولہ	-	مراد اچانک نازل ہونے والی مصیبت
ہاتھ تنگ ہونا	-	مفلس ہونا
از رہِ انکسار	-	عاجزی کے ساتھ
منتظمین	-	منتظم کی جمع، انتظام کرنے والے
ٹی اے بل	-	سفر خرچ کا بل
میزان	-	کل جمع
بلا تامّل	-	ہچکچاہٹ کے بغیر
قصہ پاک ہونا	-	مسئلہ/ معاملہ ختم ہونا
بائیکاٹ کرنا	-	مخالفت کرنا
ہراساں ہونا	-	پریشان ہونا، خوف زدہ ہونا

اخلاص کے پیکر	-	سراپا خلوص
قدحِ آہنی	-	لوہے کا پیالہ
مرحمت	-	عنایت
طُرفہ تماشا	-	عجب تماشا
گرم دَل	-	انتہا پسند گروہ
فلسفۂ عدم تشدد	-	امن و آشتی کا نظریہ، اہنسا واد
ناگفتنی بات	-	وہ بات جو کہنے کے لائق نہ ہو
تاوان	-	جرمانہ، سزا
مَلی دَلی	-	بوسیدہ، شکن آلود
بہ ہزار دِقت	-	بڑی مشکل سے
مینارۂ نور	-	روشنی کا مینار

مشقی سرگرمیاں

* سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی گئی سرگرمیوں کو ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

١۔ تحریک آزادی سے وابستہ ہونے کے بعد مولانا کی زندگی کے دو اہم واقعات لکھیے۔

٢۔ رسالے 'اُردوئے معلّٰی' کے بند ہونے کی وجہ لکھیے۔

٣۔ 'سودیشی تحریک' کو اپنے لفظوں میں مختصراً بیان کیجیے۔

٤۔ بیگم حسرت موہانی کے کسی کی مدد نہ لینے کی وجہ بیان کیجیے۔

٥۔ حسرت موہانی کی وہ تجویز تحریر کیجیے جس کی حمایت میں بڑے بڑے لیڈروں نے آواز نہ ملائی۔

٦۔ حسرت موہانی کے مشاعرہ کمیٹی سے سفر خرچ نہ لینے کی وجہ بیان کیجیے۔

٧۔ شیروانی سلوانے کے لیے درزی سے چھٹکارے کا واقعہ لکھیے۔

٨۔ سبق سے ان لوگوں کے ناموں کی فہرست بنائیے جنھیں تحریکِ آزادی کے دوران قید کیا گیا تھا۔

٩۔ حسرت موہانی کا وہ قول نقل کیجیے جس سے عورتوں کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

١٠۔ حسرت موہانی کی چار اہم خوبیاں تحریر کیجیے۔

١١۔ جیل میں تحریکِ آزادی کے قیدیوں کو ملنے والے سامان کی تفصیل لکھیے۔

١٢۔ حسرت موہانی کی شخصیت کا سب سے اہم پہلو بیان کیجیے۔

* سبق کی مدد سے مولانا حسرت موہانی کا خاکہ لکھیے۔

* تحریکِ سول نافرمانی میں مولانا کی گرفتاری کے منظر کو بیان کیجیے۔

* ذیل کے جملے کے حوالے سے رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

”حسرت صاحب ہمیں اُس پانی میں لے جانا چاہتے ہیں جس کی گہرائی کا اندازہ ہمیں نہیں ہے۔“

کہنے والا : ________

جن سے کہا گیا : ________

مقام : ________

وجہ : ________

* جان پہچان کی مدد سے شجری خاکہ مکمل کیجیے۔

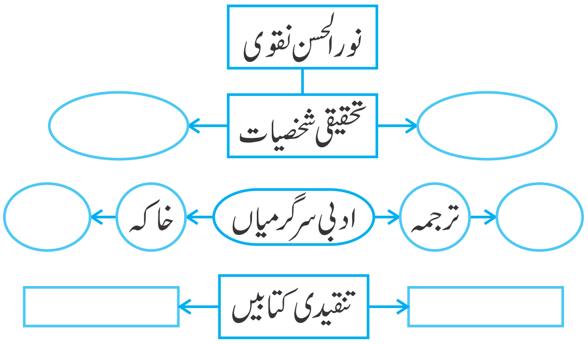

* تحریکِ آزادی کا درخت برگ و بار لایا تو اس کی فصل کا لوگوں میں بٹوارا ہوا۔ اس جملے کی تشریح کیجیے۔

* پہلی بار پارلیمنٹ کے اجلاس میں جاتے وقت مولانا کے حلیے کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔